سجل جمعية أم القرىٰ

يعني

روداد انجمن مکه معظمه

حصهٔ اول

جسمیں سید عبدالرحمن کواکبی حلبی نزیل مصر نے مسلمانوں
کے موجودہ تنزل اور انحطاط کے اسباب کی نسبت
مختلف اسلامی ممالک کے علماء اور فضلا کی رائیں
فرضی مباحثات کی صورت میں ظاہر کی هیں

اور جس کو

مولوی رشید احمد صاحب انصاری آنرز ان عربک لینگوج ،
لٹریچر اینڈ لا ، آنرز ان پرشین لینگوج لٹریچر ، سب ایڈیٹر
اخبار علیگڈہ انسٹیٹیوت گزٹ نے مسلمانوں کے فائدہ
کی غرض سے اردو میں ترجمه کیا

سنه ۱۹۰۲ ع

مطبوعه علیگڈہ انسٹیٹیوت پریس

سجلّ جمعية أمّ القرىٰ

یعني

رُوئداد انجمن مکه معظمه

چونکه همارا زمانه یعني چودهوین صدی کا آغاز ایک ایسا زمانه هی جس میں عام طور پر مسلمانوں کي حالت میں ضعف اور اختلال پیدا هوگیا هی - اور چونکه خدا نے دنیا میں هر چیز کے لیئے کوئي نه کوئي سبب بنایا هی اِس لیئے ضرور هی که اِس ضعف و اختلال کا بهي جو تمام دنیا کے مسلمانوں پر طاري هی کوئي سبب هوگا - کچهه عرصه سے همارے علماء و فضلا ' مولفوں' اور مصنفوں اور مدبروں نے اس اختلال کے اسباب پر غور کرنا اور مسلمانوں کي حالت کو ترقي دینے کے لیئے بهترین وسائل کي نسبت بحث کرنا شروع کیا - وه هندوستان ' مصر ' شام اور تاتار کے اخباروں میں اپني رائیں شائع کرنے لگے جن میں سے اکثر مضامین میري نظر سے گذرے — اور میں نے بهي ان کي تقلید کرکے اِس اهم مسئله میں جو کچهه میري راے تهي اُس کو بعض اخبارات میں شایع کیا ٭

اِس کے بعد میں نے اپني کوشش کے دائره کو زیاده وسیع کرنا چاها اور مکه مکرمه میں جو روحاني هدایت کا سر چشمه هی مختلف ممالک کے علماء و فضلا کي ایک انجمن منعقد کرنے کا اِراده کیا — اور خدا کي ذات پر بهروسه کرکے عرب کے مشهور شهروں کي سیر و سیاحت کي غرض سے میں نے قدم بڑهایا — تاکه وهاں کے علماء کے خیالات پر اطلاع حاصل هو اور آینده حج کے موقع پر جلسه کا انتظام هوسکے - میں اوائل

پہلا اجلاس

یوم دوشنبه - ۱۵ ذیقعده سنه ۱۳۱۶ هجري

دوشنبه کے روز ۱۵ تاریخ کو هماري انجمن کا پہلا اجلاس هوا جس میں مختلف ممالک اسلامیه کے ۲۲ علماء اور فضلا شریک تھے - یہه تمام علماء عربي زبان کے سمجھنے اور اُس میں تحریر و تقریر کرنے پر بخوبی قادر تھے - جس وقت تمام ممبر جمع هوگئے تو میں نے ان کو ایک دوسرے کے ساتھه انٹرڈیوس کیا - اس کے بعد تمام ممبروں کو ایک مطبوعه پروگرام تقسیم کیا گیا جو پہلے هي سے چھپا هوا تیار تھا - یہه پروگرام جلاٹین (Gelatine) کے چھاپے میں چھاپا گیا تھا جو انجمن کے قاعدات چھاپنے کے لیئے میں نے ایک هندوستاني تاجر سے چند روز کے لیئے مستعار منگا لیا تھا - اس میں هر ممبر کا نام ' سکونت ' مذهب اور خاص قابلیت اور اُس کے مختصر حالات لکھے هوئے تھے — اور نیز اس میں وہ اشارات درج تھے جو انجمن کے ممبروں کو استعمال کرنے تھے *

ممبران جو اجلاس میں شریک تھے حسب ذیل هیں *

سید فراتي ' فاضل شامي ' بلیغ قدسي ' کامل اسکندري ' علامه مصري ' محدث یمني ' حافظ بصري ' عالم نجدي ' محقق مدني ' اُستاد مکي ' حکیم تونسي ' مرشد فارسي ' سعید انگریزي ' مولاے رومي ' عالم کردي ' مجتهد تبریزي ' عارف تاتاري ' خطیب کازاني ' مدقق ترکي ' فقیهه افغاني ' فاضل هندي ' شیخ سندهي ' امام چیني *

پروگرام تقسیم هونے کے بعد تمام ممبروں نے پکار کر کہا " لانعبد الاالله " یہه کلمه هماري باهمي اخوت کا شعار تھا اور اُس کو پہلے هي تمام ممبر جانتے تھے — اس کے بعد تمام ممبروں سے اسلام اور مسلمانوں کي بہبودي اور بہي خواهي میں حتی المقدور کوشش کرنے اور اس مبارک انجمن کے معاملات میں امانت اور دیانت پر ثابت قدم رهنے کا عہد لیا گیا *

ان تمہیدي اُمور کے ختم هونے کے بعد میں نے ممبروں کي خدمت میں عرض کیا که اس جلسه کے لیئے ایک صدر کا انتخاب کرنا ضروري هے جو اجلاس کے تمام مباحثوں اور تقریروں کي نگراني اور رهنمائي

محرم سنہ ۱۳۱۹ ھجري میں اپنے وطن سے جو فرات کے کنارہ پر واقع ہی روانہ ہوا - میں نے اسکندرون سے بحري رستہ اختیار کیا اور بیروت ' دمشق ' ناہ اور بیت المقدس کو ہوتا ہوا اسکندریہ پہونچا - پھر مصر میں آیا - اس کے بعد سوبز کي راہ سے حدیدہ ' صنعاء اور صعدا ہوکر بصرہ پہونچا اور وہاں سے واپس ہوکر حائل اور مدینہ منورہ میں پھرتا ہوا اوائل ذیقعدہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوا — ان شہروں کے جن حضرات علماء اور فضلا نے میري دعوت قبول کي تھي اور جلسہ میں شریک ہونے کا وعدہ کیا تھا ان میں سے اکثر مجھہ سے پیشتر ھي مکہ معظمہ میں پہونچ چکے تھے - اور ۱۵ تاریخ سے پیشتر ھي جو اجلاس کي تاریخ قرار دي گئي تھي باقی لوگ بھي آگئے — البتہ اسکا افسوس ھی کہ بعض تقدیري اسباب سے فاضل تبروزي تشریف نہیں لاسکے — اُنھوں نے اپني غیر حاضري کي وجوھات سے مجھکو تحریري اطلاع دي اور درحقیقت وہ معذور تھے *

اس انتظار میں کہ ہم جلسہ کي مقررہ تاریخ کا انتظار کر رہے تھے میں نے بعض دوستوں کي مدد سے نہایت تلاش اور جستجو کے بعد جلسہ میں شریک کرنے کے لیئے ۱۲ ممبر اور بہم پہونچائے ' جو مراکس ' تونس ' قسطنطنیہ ' بغچہ سرائے ' تفلس ' تبریز ' کابل ' کاشغر ' کازان ' لندن ' دھلي ' کلکتہ اور لیورپول کے رھنے والے تھے — چونکہ میں نے ہي اس جلسہ کو دعوت دي تھي اور مجھہ ھی کو اُسکا تمام انتظام و اہتمام کرنا تھا اس لیئے میں نے فورا مکہ کي آبادي سے علیحدہ کنارہ پر ایک ایسا مکان تجویز کیا جس میں مخفي طور پر اجلاس ہوسکیں اور یہہ مکان بنظر احتیاط ایک روسي شخص کے نام سے کرایہ پر لیا گیا تاکہ کوئی تعرض نکرسکے — ۱۵ تاریخ سے مہینہ کے خاتمہ تک سوائے الوداعي اجلاس کے ۱۲ اجلاس ہوئے جن میں نہایت ضروري اور اہم مسائل کي نسبت نہایت آزادي کے ساتھہ مباحثے ہوئے اور نہایت پر جوش تقریریں کي گئیں - اور اُن کي روئداد نہایت احتیاط کے ساتھہ قلمبند کي گئي جیسا کہ اُس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا - اس روئداد میں سوائے اُن ناموں کے جن کو انجمن نے ازراہ مصلحت پوشیدہ رکھنا چاھا تمام باتیں اور تقریریں ھو بہو درج ھیں *

پہلا اجلاس

یوم دوشنبہ - ۱۵ ذیقعدہ سنہ ۱۳۱۶ ھجری

دوشنبہ کے روز ۱۵ تاریخ کو ھماری انجمن کا پہلا اجلاس ھوا جس میں مختلف ممالک اسلامیہ کے ۲۲ علماء اور فضلا شریک تھے - یہہ تمام علماء عربی زبان کے سمجھنے اور اُس میں تحریر و تقریر کرنے پر بخوبی قادر تھے - جس وقت تمام ممبر جمع ھوگئے تو میں نے ان کو ایک دوسرے کے ساتھہ انٹروڈیوس کیا - اس کے بعد تمام ممبروں کو ایک مطبوعہ پروگرام تقسیم کیا گیا جو پہلے ھی سے چھپا ھوا تیار تھا - یہہ پروگرام جلاٹین (Gelatine) کے چھاپے میں چھاپا گیا تھا جو انجمن کے کاغذات چھاپنے کے لئے میں نے ایک ھندوستانی تاجر سے چند روز کے لیئے مستعار منگا لیا تھا - اس میں ھر ممبر کا نام ' سکونت ' مذھب اور خاص قابلیت اور اُس کے مختصر حالات لکھے ھوئے تھے — اور نیز اس میں وہ اشارات درج تھے جو انجمن کے ممبروں کو استعمال کرنے تھے *

ممبران جو اجلاس میں شریک تھے حسب ذیل ھیں *

سید فراتی ' فاضل شامی ' بلیغ قدسی ' کامل اسکندری ' علامہ مصری ' محدث یمنی ' حافظ بصری ' عالم نجدی ' محقق مدنی ' اُستاد مکی ' حکیم تونسی ' مرشد فارسی ' سعید انگریزی ' مولاے رومی ' عالم کردی ' مجتہد تبریزی ' عارف تاتاری ' خطیب کازانی ' مدقق ترکی ' فقیہہ افغانی ' فاضل ھندی ' شیخ سندھی ' امام چینی *

پروگرام تقسیم ھونے کے بعد تمام ممبروں نے پکار کر کہا " لانعبد الااللہ "
یہہ کلمہ ھماری باھمی اخوت کا شعار تھا اور اُس کو پہلے ھی تمام ممبر جانتے تھے — اس کے بعد تمام ممبروں سے اسلام اور مسلمانوں کی بہبودی اور بہی خواھی میں حتی المقدور کوشش کرنے اور اس مبارک انجمن کے معاملات میں امانت اور دیانت پر ثابت قدم رھنے کا عہد لیا گیا *

ان تمہیدی اُمور کے ختم ھونے کے بعد میں نے ممبروں کی خدمت میں عرض کیا کہ اس جلسہ کے لیئے ایک صدر کا انتخاب کرنا ضروری ھے جو اجلاس کے تمام مباحثوں اور تقریروں کی نگرانی اور رھنمائی

محرم سنه ۱۳۱۹ هجري میں اپنے وطن سے جو فرات کے کنارہ پر واقع
ہے روانہ ہوا - میں نے اسکندرون سے بحري رستہ اختیار کیا اور بیروت ،
دمشق ، یافا اور بیت المقدس کو ہوتا ہوا اسکندریہ پہونچا - پھر مصر میں
آیا - اس کے بعد سویز کي راہ سے جدہ ، صنعاء اور عدن ہوکر بصرہ پہونچا
اور یہاں سے واپس ہوکر حائل اور مدینہ منورہ میں ٹھہرتا ہوا اوائل ذیقعدہ
میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوا — ان شہروں کے جن حضرات علماء اور
فضلا نے میري دعوت قبول کي تھي اور جلسہ میں شریک ہونے کا وعدہ
کیا تھا ان میں سے اکثر مجھہ سے بیشتر ہي مکہ معظمہ میں پہونچ چکے
تھے - اور ۱۵ تاریخ سے پیشتر ہي جو اجلاس کي تاریخ قرار دي گئي تھي
باقي لوگ بھي آگئے — البتہ اسکا افسوس ہے کہ بعض تقدیري اسباب
سے فاضل تونسي تشریف نہیں لاسکے — اُنہوں نے اپني غیر حاضري کي
وجوہات سے مجھکو تحریري اطلاع دي اور درحقیقت وہ معذور تھے *

اس اثناء میں کہ ہم جلسہ کي مقررہ تاریخ کا انتظار کر رہے تھے میں
نے بعض دوستوں کي مدد سے نہایت تلاش اور جستجو کے بعد جلسہ
میں شریک کرنے کے لیئے ۱۲ ممبر اور بہم پہونچائے ، جو مراکش ،
تونس ، قسطنطنیہ ، بغچہ سرائے ، تفلس ، تبریز ، کابل ، کاشغر ، کازان ،
دکن ، دہلي ، کلکتہ اور لیورپول کے رہنے والے تھے — چونکہ میں نے
ہي اس جلسہ کو دعوت دي تھي اور مجھہ ہي کو اُسکا تمام انتظام
و اہتمام کرنا تھا اس لیئے میں نے فوراً مکہ کي آبادي سے علحدہ کنارہ پر
ایک ایسا مکان تجویز کیا جس میں مخفي طور پر اجلاس ہوسکیں اور یہہ
مکان بنظر احتیاط ایک روسي شخص کے نام سے کرایہ پر لیا گیا تاکہ کوئي
معترض نہوسکے — ۱۵ تاریخ سے مہینہ کے خاتمہ تک سوائے الوداعي
اجلاس کے ۱۲ اجلاس ہوئے جن میں نہایت ضروري اور اہم مسائل
کي نسبت نہایت آزادي کے ساتھہ مباحثے ہوئے اور نہایت پر جوش
تقریریں کي گئیں - اور اُن کي روئداد نہایت احتیاط کے ساتھہ قلمبند کي
گئي جیسا کہ اُس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا - اس روئداد میں سوائے
اُن باتوں کے جن کو انجمن نے ازراہ مصلحت پوشیدہ رکھنا چاہا تمام
بحثیں اور تقریریں ہو بہو درج ہیں *

اور کارآمد علوم و فنون میں جو انسان کے خیالات کو روشن کرنے والے ھیں ھم سے فائق ھوگئیں اور بتدریج اپنی قوت کو ترتیت کرکے دنیا کی اکثر قوموں اور ملکوں پر مسلط ھوگئیں — اور مسلمان بدستور غفلت کی گھری نیندمیں سوتے رھے - حتی کہ ممالک اسلامیہ کے جسم کے اطراف شل اور بے حس و حرکت ھوگئے اور قلب یعنی جزیرہ عرب کی حالت خطرہ کے قریب پہونچ گئی — یہہ حالت دیکھکر بعض صاحب بصیرت اشخاص جن کو خدا نے عاقبت اندیشی کی توفیق دی تھی متنبہ اور بیدار ھوئے — اُنھوں نے اپنے مواعظ اور نصائح کے ذریعہ سے جو بے شمار اخباروں اور رسالوں میں شائع ھوتے رھے خواب غفلت میں سونے والے مسلمانوں کو جھنجھوڑنا شروع کیا جس کا نتیجہ یہہ ھوا کہ اکثر مسلمان چونک اُٹھے اور عام طور پر دلوں میں ایک قسم کی تحریک پیدا ھوگئی — مگر نہایت افسوس ھی کہ اس تحریک کے لیئے کوئی خاص سمت مقرر نہیں اور چاروں طرف منتشر ھونے سے اُس کی قوت ضائع ھو رھی ھی — اُمید ھی کہ خداوند تعالی ھماری انجمن کو توفیق دے کہ وہ تمام مسلمانوں کے لیئے ایک خاص سمت قرار دینے اور ان کی منتشر اور پراگندہ قوت کو ایک مرکز پر جمع کرنے میں کامیاب ھو *

اس موضوع میں جس قدر مضامین اور آرتیکل ھمارے علماء اور فضلا کے قلم سے نکلے ھیں ان پر اگر عمیق اور گھری نظر ڈالی جاے تو معلوم ھوتا ھی کہ ان کی بنیاد صرف چار ابتدائی مقاصد پر رکھی گئی ھی *

. اول موجودہ حالت کا بیان اور عام طور پر اُس کے اعراض اور متعلقات کی تشریح کرنا جس کا لوگوں پر اثر پڑے اور ان کو غور و فکر کرنے پر آمادہ کرے، حالانکہ یہہ اثر چند مدت سے زیادہ عرصہ تک باقی نہیں رھتا - دوم اس امر کا بیان کہ جو ضعف و اختلال مسلمانوں پر طاری ھی اُس کا سبب عام جہالت ھی — اس کی تشریح میں صرف اجمال اور تلمیح سے کام لیا جاتا ھی ' حالانکہ ضرورت اس بات کی ھی کہ قوم کی جہالت تفصیل اور تشریح کے ساتھہ بیان کی جاے اور اپنے عیوب اور نقائص کے ظاھر کرنے میں شرم و لحاظ کو بالکل بالاے طاق رکھدیا جاے — تیسرے قوم کو موجودہ حالت کے ناگوار نتائج سے نہایت ھولناک پیرایہ میں

کرسکے اور ایک سکرتری ہونا چاهیئے جو اجلاس کی روئداد قلمبند کرتا رهے — اس کے جواب میں علامه مصری نے کہا که هماری واقفیت ایک دوسرے کے ساتھه بالکل نئی هی اور آپ پیشتر هی سے هم سب سے واقف هیں - پس میں دونوں انتخاب آپ هی کی راے پر منحصر کرتا هوں - علامه مصری کی یهه تقریر ختم نهی هونے پائی تهی که تمام ممبروں نے اس سے اتفاق کیا - اُس وقت میں نے جلسه کے سامنے اعلان کیا که میں اُستاذ مکی کو صدارت کے لیئے انتخاب کرتا هوں اور سکرتری کی خدمت میں بذات خود انجام دونگا - کیونکه جو کام میں خود انجام دے سکتا هوں اُس کے لیئے میں اپنے کسی دوست کو تکلیف دینا پسند نهیں کرتا - جب میری گفتگو ختم هوئی تو جناب صدر انجمن کی افتتاحی تقریر کے انتظار میں تمام جلسه پر سکوت اور خاموشی کا عالم طاری هوگیا — جناب ممدوح نے اپنی افتتاحی تقریر شروع کی اور بعد حمد و صلوۃ کے فرمایا *

حضرات !

هم میں سے هر شخص کو معلوم هی که هم آج کیوں اس مقام پر جمع هوئے هیں - سکرتری صاحب جن کی دعوت پر یهه جلسه جمع هوا هی ان کی کوششوں کا هم کو مشکور هونا چاهیئے — میرے نزدیک اس امر کی ضرورت نهیں که میں اس جلسه کے جمع هونے کا سبب بیان کروں اور نه میں آپ کی همت کو بڑهانے اور آپ کی غیرت اور حمیت کی آگ کو بھڑکانے کی ضرورت دیکھتا هوں — مگر میں آپ کے سامنے اجمالی طور پر اس مسئله کی تاریخ بیان کر دینا مناسب خیال کرتا هوں *

اسلام کے تنزل اور انحطاط کا مسئله کوئی نیا مسئله نهیں هی جو زمانه حال کی پیداوار هو - بلکه اُسکی عمر ایک هزار سال یا اس سے بهی زیادہ هی — اِن متواتر صدیوں میں اسلام کی عزت اور عظمت کے محفوظ رهنے کا صرف یهه باعث هی که اس مذهب کی بنیاد نهایت استحکام کے ساتھه قایم هوئی تهی اور تمام قومیں بلحاظ جمله حالتوں کے مسلمانوں کے مقابله میں پیچھے تهیں - مگر بعض قومیں رفته رفته مفید

کا چھپانا سراسر حماقت اور نادانی ھی — قوم کی سچی خواھی عین مذھب ھی اور مذھبی امور میں کوئی شرم کی بات نہیں ھی — نام کے پوشیدہ رکھنے کا ایک فائدہ یہہ بھی ھی کہ اس موضوع کے متعلق جو باتیں خیال میں گذرتی ھیں اُن کو اکثر لوگ جانتے ھیں مگر وہ منتشر اور پراگندہ ھیں اور اُنکے لحاظ سے افراد قوم کئی طبقوں پر منقسم ھیں : علماء کا ایک طبقہ ایسا ھی جو نہایت ڈرپوک اور بزدل ھی وہ اس قسم کے مسائل کی نسبت غور و خوض کرنے میں عوام کی شورش سے ڈرتا ھی - ایک فرقہ علماء کا ایسا ھی جو ریاکار اور اپنی ضرورتوں اور مصلحتوں کی پیروی کرنے والا ھی - ان دونوں فرقوں کے علاوہ باقی افراد قوم کی یہہ حالت ھی کہ وہ ایسے ناصحوں کی نصیحت قبول کرنے کو اپنی کسر شان سمجھتے ھیں جو معصوم نہیں ھیں — پس اس وجہ سے وہ اقوال جنکا قائل معلوم نہیں ھوتا زیادہ تر موثر اور زیادہ تر مقبول ھوتے ھیں *

حضرات ! میرا خیال ھی کہ آپ اسبات کو پسند کرینگے کہ ھم ان مذاھب کے باھمی اختلاف کو جنکی ھم بطور تقلید کے پیروی کرتے ھیں اور جنکے اکثر احکام کے ماخذ بھی ھم کو معلوم نہیں ھیں الگ رکھیں — اور جو کچھہ ھم کو قرآن مجید اور سنت نبوی اور اجماع اُمت سے ثابت ھو صرف اُسی پر ھم اعتماد کریں — تاکہ ھماری آراء میں باھم تفرقہ اور اختلاف واقع نہو اور نیز تاکہ جو کچھہ ھم قرار دیں وہ تمام اھل قبلہ کے نزدیک مسلم اور مقبول ھو - کیونکہ مذھب سلف ھی تمام موجودہ مذاھب کی اصل ھی جسکو کسی فرقہ کا کوئی شخص رد نہیں کرسکتا اور نہ قوم اُسکی طرف رجوع کرنے اور بعض اھم مسائل میں اُس پر اعتماد کرنے سے انکار کرسکتی ھی — کیونکہ وہ مذھب تمام موجودہ مذاھب سے یکساں نسبت رکھتا ھی — پس کسی شخص کو ایک ایسے مسئلہ میں جو قرآن مجید اور صحیح حدیث سے صریحاً مخالف ھو تقلید کا ترک کرنا ھرگز ناگوار نہوگا *

یہہ راے جو میں نے اس وقت پیش کی ھی آپ میں سے بعض صاحبوں کو ناگوار نہونی چاھیئے — کیونکہ یہہ کوئی جدید خیال نہیں

ڈرانا ' حالانکہ اب نوبت، یہاں تک پہونچ گئی ھی کہ ڈرانے سے کچھہ فائدہ نہیں ھوسکتا — چوتھے قوم کے امراء یا علماء یا تمام قوم کو ملامت کرنا اور ان کے ذمہ الزام لگانا کہ وہ متحد اور متفق ھوکر ترقی نہیں کرتے ' حالانکہ ایسی حالت میں جب کہ وہ باھمی اختلافات اور خصومتوں میں مصروف ھیں اتحاد و اتفاق صرف مشکل ھی نہیں بلکہ قریب قریب ناممکن ھی *

پس یہہ چار مقاصد ھیں جن میں نہایت فصاحت و بلاغت صرف کی گئی ھی اور جو مختلف اسالیب اور پیرایوں میں پوری طرح بیان ھوچکے ھیں ' اور اب اُن سے فائدہ اُٹھانے اور ثمرہ حاصل کرنے کا وقت آ گیا ھی — اور یہہ اُس وقت تک نہیں ھوسکتا جب تک کہ مرض یا مشترک امراض کی پوری طرح تشخیص نہ ھو جاے کہ مرض کا مقام کہاں ھی اُس کے مائکروب کیا ھیں — اور اس کے بعد ایسی دوا تجویز نہ کی جاے جو سہل الوصول ھونے کے علاوہ سریع الاثر اور قابل اطمینان ھو ' اور پھر وہ دوا ایسی حکمت کے ساتھہ قوم کے جسم میں داخل کی نہ جاے کہ وھم اور عناد کو اپنا کام کرنے کا موقع نہ ملے اور اعضاے قوت شامہ اور ذائقہ اُس کی مخالفت پر آمادہ نہوں *

حضرات ! میرا خیال ھی کہ ھمارے علماء اور فضلا اور مضمون نگاروں نے اس موضوع میں اپنی راے ظاھر کرتے وقت اپنا نام پوشیدہ رکھنے کی جو پالیسی اختیار کی ھی غالبا آپ بھی اُس کو پسند کرتے ھونگے — کیونکہ اس میں بہت سی خوبیاں بلکہ اِس کے متعدد اسباب ھیں — ھماری انجمن کو بھی یہی پالیسی اختیار کرنی چاھیئے اور ھر ایک ممبر کو جب کہ وہ اس موضوع کے متعلق اپنی راے پبلک میں شائع کرے تو حتی الوسع اپنا نام پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرنا چاھیئے — کیونکہ اِس سے یہہ فائدہ ھوگا کہ ھم میں سے ھرشخص خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ اختیار کرسکیگا - یعنی مذھبی اور قومی بہبودی کی نسبت جو اُس کی راے ھوگی وہ بغیر شرم و لحاظ اور ریا کے اور بغیر عوام الناس کے مذاق کے رعایت اور ان کی ناراضی کے خیال کے صاف صاف اور کھلم کھلا ظاھر کرسکیگا - کیونکہ مریض کے لیئے شرم کرنا موجب ھلاکت اور مرض

اِس بنا پر ہمارے نزدیک کوئی مانع موجود نہیں ہے کہ ہم اِن باہم مختلف اور متناقض اقوال کو اور خصوصاً ان کو جو بعض اصول سے متعلق ہیں ترک کریں- اور جو کچھہ ہم قرآن و سنت سے سمجھتے ہیں یا جو ہمارے نزدیک حتی الوسع تحقیق اور تدقیق کے بعد ثابت ہوجاوے کہ وہ سلف صالحین کا مسلک ہے ہم سب بالاتفاق اُس کی طرف رجوع کریں — اِس طرح پر ہماری تمام قوم کے لیئے ایک خاص سمت معین ہوسکتی ہے اور باہمی اتفاق کے ساتھہ ہم قوم کی بہبودی کی مناسب تجویزیں قرار دے سکتے ہیں — ایسی حالت میں قوی اُمید ہے کہ قوم کو ہم جس بات کی طرف دعوت کرینگے وہ فوراً اُس کو قبول کریگی *

حضرات ! میں ایک نہایت اہم امر کے لیئے خاص طور پر آپ کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہہ ہے کہ مسلمانوں کے قومی تنزل اور انحطاط کے خطرناک حالات اور اُنکے بیشمار اسباب جو ہماری انجمن میں بیان کیئے جائینگے اُنکو دیکھکر آپ کو گھبرانا اور خوف زدہ ہونا نہ چاہیئے — ایسا نہ ہو کہ ہم خدا کی رحمت سے مایوس نہوجائیں- اور نہ ہمکو اس قول کی صحت پر اعتبار کرنا چاہیئے کہ مسلمانوں کی قوم ایک مردہ قوم ہے اُس کے دوبارہ زندہ ہونے کی کوئی اُمید نہیں ہوسکتی — اور نہ ہمکو اس رائے کے صائب ہونے پر یقین کرنا چاہیئے کہ جب کسی ملک یا قوم پر ضعف و انحطاط طاری ہوجاتا ہے ' تو وہ رفع نہیں ہو سکتا - رومانی ' یونانی ' امریکن اور جاپانی قوموں کی مثال ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے - اُنہوں نے ضعف و اختلال کے انتہائی درجہ پر پہونچ جانے اور اپنے تمام اخلاقی اور سیاسی ضروریات کو ضائع کردینے کے بعد دوبارہ از سرنو زندگی حاصل کی ہے -- ہمارے اور ان عظیم الشان زندہ قوموں کے درمیان جو ہماری ہمعصر ہیں علم اور اعلی اخلاق کے سوا کوئی بڑا فرق نہیں مگر علمی تربیت کی مدت صرف بیس سال اور اخلاقی تربیت کی مدت چالیس سال ہے — ہمارا فرض ہے کہ ہم خدا کی عنایت پر جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اُس دین مبین پر بھروسہ کریں جس کی عزت و عظمت کا پرچم ایک عالم پر اُڑتا رہا ہے

هی جو مسلمانوں میں بالفعل پیدا ہوگیا ہی — بلکہ سوائے حرمین کے جزیرہ نمائے عرب کے تمام باشندوں کي جن کي تعداد سات اور آٹھہ ملین کے درمیان هی یہي رائے هی — یہہ تمام مسلمان سلف کے عقیدے اور فروعي مسائل میں حنبلي یا زیدي یا شافعي مذهب پر هیں — مذهب اسلام اُنھیں کي زبان میں نازل ہوا اور اُنھیں میں اُس نے نشو و نما پائي — پس وہ لوگ اُس مذهب کے اهل اور اُس کي حفاظت اور حمایت کرنے والے هیں — ان کو غیروں کے ساتھہ مخالطت اور میل جول کا بہت کم اتفاق ہوا هی اور مذهبي تمدن جس کا منشا فخر و مباهات هی ان میں بہت کم پایا گیا هی — آپ صاحبان کو یہہ خیال ہونا چاهیئے کہ اس قدر عرصہ دراز گذرنے کے بعد هم ان ائمہ کرام کي تقلید کو ترک کرکے جو بلحاظ علم و فضل اور جامعیت کے هم سے بدرجہا افضل اور زیادہ تر محتاط اور متورع تھے ' کس طرح اپنے فہم اور اپني ذاتي تحقیق پر بھروسہ کرسکتے هیں — غالبا هم میں کوئي ایسا شخص موجود نہیں هی جس کے دل میں یہہ سخت شبہہ نہو کہ ائمہ اور علماء میں کون شخص سب سے افضل اور کس کي تحقیق زیادہ تر اعتبار و اعتماد کے قابل هی ؟ کیونکہ ان میں بلحاظ نفي و اثبات کے سخت اختلافات چلے آئے هیں — حتی کہ یہہ اختلافات اکثر اُن فعلي اُمور میں بھي پائے جاتے هیں جن کا ماخذ هزاروں دفعہ کا مشاهدہ هی : مثلا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جمہور صحابہ کرام وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے یا دو سلام سے ؟ کیا وہ وتروں میں دعاء قنوت پڑھتے تھے یا صبح کے فرضوں میں ؟ مقتدي قرات پڑھتے تھے یا خاموش رہتے تھے ؟ تکبیرات انتقالي کے وقت وہ هاتھہ اُٹھاتے تھے یا نہیں ؟ هاتھہ باندھکر نماز پڑھتے تھے یا هاتھہ چھوڑ کر ؟ پس جبکہ ایک فعلي عبادت یعني نماز کي کیفیت کي تحقیق میں جو عظیم الشان مجمعوں میں ادا کي جاتي هی اور هر شخص کو جس کے مشاهدہ کا هزار ها بار اتفاق ہوتا هی همارے علما اور ائمہ میں اسقدر اختلاف اور تباین هی تو ایسے احکام میں کیا نوبت هوگي جو کسي ایسے قول یا فعل یا سکوت کي طرف منسوب هیں جو ایک یا چند بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا — اور جس کو صرف ایک شخص یا چند اشخاص نے دیکھا *

هی جو زیادہ قوت کی مدد سے تھوڑے عرصہ میں اختتام کو پہونچایا
جاتا هی — هم میں سے هر شخص کو معلوم هی کہ همارا مسئلہ
ایسا نہیں هی جس کے حل کرنے کے لیئے ایک شخص کی چند روزہ
عمر وفا کر سکے ' یا کوئی ایسا جبری طریقہ جس کی مزاحمت
امکان سے خارج هو اُس کے انجام دینے میں استعمال کیا جاسکے ' یا کوئی
ایسی اتفاقیہ قوت جس کا جوش و خروش جلد پیدا کرتا اور جلد
زائل هوتا هی اُس کے لیئے مفید هوسکے *

جب کہ هم خیال کرتے هیں کہ بڑے سے بڑے عدد کی بنیاد
دو هی † یہی حال انجمنوں کا سمجھنا چاهیئے - هر ایک انجمن ابتدا
میں دو شخصوں سے شروع هوتی هی پھر رفتہ رفتہ اُس کے ممبروں کی
تعداد بڑھتی جاتی هی اور وہ مختلف صورتیں بدلکر آخر کار مکمل
هوتی اور پورا استحکام حاصل کرتی هی - اس بنا پر کچھہ بعید نہیں
اگر هم ایک ایسی مستقل اور با قاعدہ انجمن قائم کرسکیں جس کے
ساتھہ هماری قومی اُمیدیں وابستہ هوں — همکو اس قسم کے اوهام میں
مبتلا نہوتا چاهیئے کہ مشرقی ممالک میں انجمنوں کی حالت بوجہ
پولیٹکل پیچیدگیوں کے معرض خطر میں هی اور وہ زیادہ عرصہ تک
زندہ نہیں رہ سکتیں - خصوصا جب کہ ان کی مالی حالت اچھی
نہو اور وہ مثل یوروپ کی علمی جماعتوں کے کسی سلطنت کے
زیر حمایت نہوں — بلکہ هم کو مناسب یہہ هی کہ هم نہایت حزم
و احتیاط ' استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھہ حصول مقاصد کے لیئے
اپنی کوششیں مسلسل جاری رکھیں *

همارا ملک مشرق عظیم‌الشان کاموں کا مطلع هی اور زمانہ میں
همیشہ عجائبات ظاهر هوتے هیں - قدرت کے نزدیک کچھہ مشکل نہیں
هی کہ وہ همکو ایک ایسی مستقل اور با قاعدہ انجمن قائم کرنے کی
توفیق دے جسکی آواز اس قدر بلند هو کہ جب اُس کا موذن

---

† مهندسین عرب نے عدد کی تعریف اس طرح کی هی کہ وہ
مجموعہ طرفین کا نصف هی - اس بنا پر اکائی ان کے نزدیک عدد کی
تعریف سے خارج هی *

اور بلحاظ حکمت اور نظام اور استحکام بنیاد کے کوئی مذہب اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتا *

حضرات ! آپ یقین کریں کہ ہماری مشکلیں عنقریب آسان ہونے والی ہیں - ظاہری اسباب اور قدرتی دلائل اس بات کی بشارت دے رہے ہیں کہ اب زمانے نے پلٹا کھایا ہی - اور اسلام میں ایسے پر جوش اور آزاد خیال مدبر پیدا ہوگئے ہیں جن میں سے ایک شخص ہزار کے برابر ہی اور ان کی ایک جماعت ایک لاکھ کی برابر ہی - پس ان عقلا کی ایک منتظم جماعت اس امر کے لیئے کافی ہی کہ وہ اپنی آواز قوم کے کانوں تک پہونچادے خواہ وہ کیسی ہی گہری نیند میں ہو اور اُس میں چستی اور چالاکی کی روح پھونکدے خواہ وہ کیسی ہی سستی اور کاہلی میں گرفتار ہو — آپ خیال کرسکتے ہیں کہ ہماری اس انجمن کا اس مقدس مقام پر منعقد ہونا منجملہ ان بشارتوں کے ایک عظیم الشان بشارت ہی خصوصاً جبکہ اُسکو خداوند تعالیٰ اپنی مہربانی سے ایک مستقل اور باقاعدہ انجمن قائم کرنے کی توفیق دے - مستقل اور باقاعدہ انجمنیں اپنے اغراض و مقاصد کے لیئے اس قدر عرصہ دراز تک کوشش جاری رکھہ سکتی ہیں جسکے لیئے ایک شخص کی عمر وفا نہیں کرسکتی - اور ایسے تمام کام ایسے مستحکم اور سچے ارادوں کے ساتھہ انجام دے سکتی ہیں جن میں مطلق تردد اور تذبذب نہیں ہوسکتا — یہی بھید ہی کہ حدیث میں وارد ہوا ہی کہ " جماعت کے ساتھہ خدا کا ہاتھہ ہی " اور یہی بھید ہی کہ انجمنیں نہایت عظیم الشان اور اہم کام جو عجائبات سے کم نہیں ہیں انجام دیتی ہیں — اور یہ مغربی قوموں کی ترقی بلکہ ہر ایک مہتم بالشان کام میں کامیابی کا یہی راز ہی - کیونکہ خدا کی سنت جو اُس کی مخلوقات میں جاری ہی ' یہہ ہی کہ کوئی کام خواہ وہ خاص ہو یا عام ' بغیر ایک ایسی قوت اور ایسے زمانہ کے سر انجام نہیں پا سکتا جو بلحاظ اہمیت کے اُس سے تناسب رکھتے ہوں — یعنی کسی کام میں کامیابی حاصل ہونے کے لیئے اُس کی مناسب قوت اور مناسب زمانہ کا موجود ہونا ایک ضروری شرط ہی - اور جو کام تھوڑی قوت کے ذریعہ سے عرصہ دراز میں انجام پاتا ہی وہ اُس کام کی نسبت زیادہ تر مضبوط اور مستحکم اور دیرپا ہوتا

کہ ممبر صاحبان ان مسائل جن پر آئندہ اجلاس میں بحث ہوگی یادداشت کی غرض سے قلمبند کرلیں تاکہ سہو کا احتمال باقی نہ رہے — چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا اور جلسہ برخاست ہوا اور تمام ممبروں نے مل کر بیٹھکر کھانا کھایا - اس کے بعد وہ اپنے اپنے قیام گاہ کو روانہ ہوئے — کیونکہ ظہر کی اذان ہوچکی تھی اور نماز کا وقت قریب تھا *

دوسرا اجلاس

یوم چہارشنبہ ۱۷ ذیقعدہ سنہ ۱۳۱۶ ہجری

مقام مکہ معظمہ

یوم چہارشنبہ کو وقت مقرر پر انجمن کا دوسرا اجلاس شروع ہوا — گذشتہ اجلاس کی روئداد پڑھے جانے کے بعد جناب صدر انجمن نے حسب ذیل تقریر فرمائی *

حضرات! موجودہ حالت جو مسلمانوں پر نازل ہی اُس کی نسبت بحث کرنے والوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اُس کو مرض کے ساتھہ تشبیہہ دیتے ہیں اور اُس کے لیئے صرف مرض یا مرض مزمن یا مرض مہلک کا لفظ اطلاق کرتے ہیں — غالباً یہہ اُس حدیث سے ماخوذ ہی جسمیں مسلمانوں کو ایک جسم کے ساتھہ تشبیہہ دی گئی ہی جسکے اگر کسی ایک عضو کو کسی قسم کی شکایت یا تکلیف ہوتی ہی تو باقی تمام اعضا بے چین و بے قرار رہتے ہیں — میرے نزدیک بجائے مرض یا مرض مزمن کے اِس بحث کا عنوان عام اِختلال یا عام افسردگی ہونا چاہیئے — کیونکہ موجودہ حالت بہ نسبت مادیات کے ادبیات سے زیادہ تر تعلق رکھتی ہی — اور چونکہ یہہ حالت آخرکار شعور اور احساس کو کمزور کرنے والی ہی اُس کو عام افسردگی کے ساتھہ تعبیر کرنا مناسب ہی *

درحقیقت یہہ اختلال اِسلامی جسم کے تمام اعضا کو شامل ہی اِس لیئے مناسب ہی کہ عام اختلال سے تعبیر کیا جاوے — بعض اوقات اِس امر کا حکم لگاتے ہیں کہ یہہ اختلال عام ہی اور تمام مسلمانوں کو

راس گذ هوپ پر کھڑا ہوکر " حی علی الفلاح " کی آواز لگاوے تو اُس کی صدا اقصاے چین کے مسلمانوں کے کانوں میں گونج اُٹھے *

ہم کو اُمید ہی کہ اِسلامی سلطنتیں اِس انجمن کو پسند کرینگی بلکہ اُس کی حمایت پر آمادہ ہونگی ' اگرچہ کچھہ عرصہ کے بعد ایسا ہو — کیونکہ اِس انجمن کا بنیادی مقصد جو صرف قوم کو جہالت کے گڑھے سے نکالنا اور علم و فضل کی بلندی پر پہونچانا ہی سیاسی رنگ سے بالکل پاک صاف ہی - اِس کے متعلق مفصل بحث بعد میں کی جاویگی *

اب ہم ضعف و اختلال کے اُس مرض کو جو بالعموم قوم پر مسلط ہو رہا ہی نہایت تحقیق اور تدقیق کے ساتھہ علمی طور پر تشخیص کرنا شروع کرتے ہیں - بس اے حضرات مجھکو اُمید ہی کہ آپ صاحبان اِس عام اختلال کا سبب دریافت کرنے کے لیئے حتی الوسع غور و فکر کرینگے اور اس مسئلہ میں جو کچھہ آپ کی راے قایم ہو اُس کو آیندہ اجلاس میں بیان کرینگے — انجمن کا اجلاس سواے سہ شنبہ اور جمعہ کے روزانہ منعقد ہوگا — وقت اجلاس طلوع آفتاب کے ایک گھنٹہ بعد سے قبل ظہر تک ہوگا -- اول گذشتہ اجلاس کی کارروائی پڑھی جائیگی اس کے بعد آیندہ کارروائی شروع کی جاویگی *

میں آج کے اجلاس کو صرف ان ابتدائی مسئلوں کی فہرست پر ختم کرتا ہوں جن کی نسبت ہماری انجمن میں بحث کی جاویگی - ہر ایک ممبر کو مناسب ہی کہ وہ ان مسائل پر پہلے ہی سے کافی غور کرلیں — یہہ ابتدائی مسائل دس ہیں *

(۱) مرض کا مقام (۲) مرض کے اعراض (۳) مرض کے جراثیم (۴) کیا مرض ہی ؟ (۵) دوا استعمال کرنے کے کون سے وسائل ہیں ؟ (۶) مذہب اسلام کیا ہی ؟ (۷) اس پر کس طرح عمل ہونا چاہیئے ؟ (۸) شرک خفی کیا ہی (۹) بدعتوں کا مقابلہ کس طرح کیا جا سکتا ہی ؟ (۱۰) ایک تعلیمی انجمن قایم کرنے کے لیئے قانون بنانا *

جب صدر انجمن کی تقریر ختم ہوچکی تو سکرٹری نے اجلاس کے ختم ہونے کا اعلان کیا اور کہا کہ میں مناسب خیال کرتا ہوں

فاضل ہندی نے فرمایا کہ اگرچہ میں بلحاظ علم و فضل کے اپنے معزز دوستوں کی برابر نہیں ہوں مگر مجھکو اسلامی ممالک میں سیر و سیاحت کا زیادہ تر اتفاق ہوا ہی — میں نے اکثر ممالک اور ان کے باشندوں کے حالات کو بنظر غائر مطالعہ کیا ہی ' میرے نزدیک کچھہ شک نہیں کہ یہہ اختلال جو مسلمانوں پر طاری ہی عام ہی- اگرچہ وہ بعض ایسے مقامات میں جہاں مسلمانوں کے سوا کوئی دیگر قوم آباد نہیں ہی (مثلاً وسط جزیرہ عرب یا بعض سواحل افریقہ) پوری طرح ظاہر نہیں ہوتا اور نہ ایسے مقامات میں ظاہر ہوتا ہی جہاں مسلمانوں کے ہمسایہ بعض ایسے بت پرست فرقے ہیں جو مذہب میں نہایت سخت تشدد اور غلو رکھتے ہیں — مثلاً وہ فرقہ جو قدیم زمانہ کے صابئین کی یادگار ہی اور دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد ہی — اس فرقہ کے لوگ عبادت کی غرض سے پانی میں ڈوبے رہتے ہیں اور اپنے اوقات کا اکثر حصہ اسیطرح ضائع کرتے ہیں — اور حبشیوں میں کونگو اور ہندوں میں بودھ جنکا اعتقاد یہہ ہی کہ تمام مصیبتیں اور بلائیں حتی کہ موت بھی ساحروں اور جادوگروں کے اعمال کی تاثیر سے واقع ہوتی ہی — غرضکہ اس قسم کے لوگوں کی حالت مسلمانوں سے بھی زیادہ مختل ہی- مگر اس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ مسلمانوں کا اختلال عام نہیں ہی *

صاحب صدرانجمن نے فرمایا کہ فاضل ہندی نے جو تفصیل اور ترمیم کی ہی وہ بالکل ٹھیک ہی — اس لیئے میں اپنی اس رائے کو واپس لیتا ہوں کہ مسلمان مطلقاً سب سے زیادہ پست ہیں اور یہہ کہتا ہوں کہ مسلمان سوائے اُن فرقوں کے جو دین میں نہایت سخت تشدد اور غلو رکھتے ہیں سب سے زیادہ پست درجہ میں ہیں *

حافظ بصری نے کہا کہ میرے نزدیک دہریوں اور طبعیین وغیرہ کو بھی استثنا کرنا ضروری ہی جن کا کوئی مذہب نہیں ہوتا - کیونکہ نہ وہ کسی خاص نظام کے پابند ہوتے ہیں اور نہ ان کے اخلاق کسی اُصول پر مبنی ہوتے ہیں ان کی تمام زندگی تکلیف اور کدورت میں گذرتی ہی — اُن کی حالت مذہب کے ماننے والوں کے مقابلہ میں نہایت پست ہوتی ہی جیسا کہ وہ خود اقرار کرتے ہیں کہ ہم دنیوی زندگی کے لحاظ سے تمام لوگوں میں زیادہ بد بخت اور بد نصیب ہیں *

شامل هی کسیقدر شامل ہوتا هی— لیکن تحقیق و تفتیش اور استقراء کے بعد ثابت ہوتا هی که وہ مشرق و مغرب کے تمام مسلمانوں کو شامل هی اور سواے چند خاص افراد کے کوئي مسلمان اُس سے محفوظ نہیں *

پس اے حضرات مسلمانوں کے لیئے مدتوں سے اس عام اختلال کے لازمي ہوجانے کا کیا سبب هی خواہ وہ کسي قوم اور جنس سے ہوں اور کسي ملک کے رہنے والے ہوں اور خواہ ان کے مذهبي یا سیاسي یا شخصي یا قومي حالات کیسے هي ہوں— اگر ایک براعظم کے دو ملکوں یا ایک ملک کے دو صوبوں یا ایک صوبه کے دو شہروں یا ایک شہر کے دو گہروں کو دیکھا جاتا هی جن میں ایک کے باشندے مسلمان اور دوسرے کے غیر مسلمان هیں تو معلوم ہوتا هی که مسلمان اپنے همسایوں کي نسبت باعتبار چستي اور چالاکي اور اپنے ذاتي اور قومي حالات میں انتظام کے بہت پیچھے هیں — اسي طرح وہ هر ایک فن اور صنعت میں نه نسبت اپنے حریفوں کے ادنی درجه پر هیں - حالانکه شہروں کے امیر اور دیہات کے تمام مسلمان اپني اُن صفات کي بخوبي حفاظت کرتے هیں جو ان میں اور ان کے همسایوں میں موجب امتیاز اور خصوصیت هیں اور اکثر اخلاقي فضائل مثلا امانت اور سخاوت اور شجاعت ان میں پائے جاتے هیں *

ایسي حالت میں کیا سبب هی که اختلال ان کے لیئے ایسا لازمي هوگیا هی جیسے معلول کے لیئے علت - جہاں کہیں اسلام کا وجود هی وهاں یہه بیماري ضرور پائي جاتي هی حتی که بعض حکماء نے یہه خیال کیا هی که اسلام اور شایستگي دونوں جمع نہیں هوسکتے - یہي وہ سخت مشکل هی جس کي نسبت نہایت تحقیق اور تدقیق کے ساتھه بالاستیعاب بحث کرنا هماري انجمن کا پہلا فرض هی - تاکه هم کو اس بیماري کي اصل معلوم هوجاوے اور اُس کے دفعیه کي کوشش کرسکیں- اور مرض کے دفعیه کے بعد مریض کے تندرست هونے میں کیا شبهه هوسکتا هی *

فاضل شامي نے کہا که میں جناب صدرانجمن کي اس راے کے ساتھه اتفاق کرتا هوں که اُنھوں نے مسلمانوں کے موجودہ تنزل کو عام اختلال کے ساتھه تعبیر کیا هی - میرے نزدیک یہه اختلال عام اور روے زمین کے تمام مسلمانوں کو محیط هی *

هوجاد اپ پسند کرتے ہونگے - اور وہ یہہ ہی کہ کسی شخص کو اپنی ذاتی رائے پر اصرار نہونا چاہیئے — ہم میں سے ہر شخص کو یہہ سمجھنا چاہیئے کہ جو رائے وہ ظاہر کرتا ہی وہ صرف ایک خیال ہی جو اُس کے دل میں پیدا ہوا ہی جو بسا اوقات صحیح ہوتا ہی اور بعض اوقات اُس میں غلطی ہونا ممکن ہی - اگرچہ وہ بظاہر اخلاص میں بھروسہ کے ساتھہ بیان کیا جاتا ہی لیکن در حقیقت اُس کی تصحیح اور دوسرے ممبروں کی رایوں پر اطلاع حاصل کرنا مقصود ہوتا ہی — پس کسی شخص کے لئے اپنی رائے کا پابند ہونا لازمی نہیں ہی اور اگر وہ اُس سے رجوع کرکے کسی دوسرے شخص کی رائے سے اتفاق کرے اس صورت میں بھی کسی قسم کی ملامت اُس کے ذمہ عاید نہیں ہوسکتی - کیونکہ درحقیقت مناظرہ اور مجادلہ کرنا ہمارا مقصود نہیں ہی - بلکہ ہم مباحثہ کر رہے ہیں اور تحقیق حق ہمارا اعلی مقصود ہی - اگر ہمکو کسی ممبر کی کوئی رائے نہایت پسند آئے تو کچھہ مضائقہ نہیں کہ ہم لفظ " † مرحبی " پکار کر کہیں اور اس طرح پر اپنی خوشی اور پسندیدگی کا اظہار کریں — ان اصولوں کو مد نظر رکھکر اب ہم کو مسلمانوں کے عام اختلال کے اسباب کی نسبت بحث کرنا چاہیئے *

فاضل شامی نے کہا کہ میرے نزدیک اس اختلال کا منشا بعض اعتقادی اور اخلاقی امور ہیں مثلا جبریت کا عقیدہ جس نے باوجود اُس اعتدال کے جو اُس میں پیدا کیا گیا تھا تمام قوم کو باطن میں جبریہ اور ظاہر میں قدریہ بنادیا ہی (مرحبی) اور مثلا زہد اور نفس کشی اور قوت لایموت پر قناعت کرنے کی ترغیب دینا اور دولت و ثروت ' عزت اور برتری حاصل کرنے کے شوق کو دلوں سے محو کردینا اور عظیم‌الشان کاموں کی طرف پیش قدمی کرنے کا خیال مٹا دینا اور مسلمانوں کو مرنے سے پیشتر مثل مردوں کے زندگی بسر کرنے کی ترغیب دینا یہہ تمام اصول جو دماغ کو بے حس و حرکت کرنے والے اور ہمتوں کو پست کرنے والے اور سستی اور کاہلی کی روح پہونکنے والے ہیں سراسر افترا اور باطل بہتان ہیں نہ اُن کو عقل قبول کرسکتی ہی اور نہ شریعت نے

---

† یہہ لفظ بجائے چیرز کے استعمال کیا گیا ہی —

فاضل ہندی نے جواب دیا کہ بیشتر میرا بھی یہی خیال تھا کہ نوع انسان میں ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں جن کا کوئی مذہب نہیں ہے۔ مگر میرے وسیع تجربہ نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ دین اپنے عام معنوں میں (یعنی نفس کا ایک ایسی زبردست قوت کے وجود کو تسلیم کرنا جو کائنات میں تصرف کرتی ہے اور اُس کے آگے گردن جھکانا) انسان کے لئے ایک فطری امر ہے — رہی یہ بات کہ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص دہری یا طبیعی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے نزدیک وہ زبردست قوت دہر یا طبیعت ہے - پس میرے نزدیک علماء اخلاق کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ انسان کا کوئی فرقہ بے دینی کی صفت سے متصف نہیں کیا جا سکتا - بلکہ ہر ایک انسان کوئی نکوئی مذہب رکھتا ہے ، خواہ وہ صحیح ہو یا فاسد ہو - اور فاسد یا کسی صحیح اصل سے ماخوذ ہو یا اُسکی اصل ہی فاسد ہو - اور دونوں قسم کے فاسد میں موجب فساد خواہ کمی ہو یا زیادتی یا خلط ملط — غرضکہ اسطرح پر مذہب کی آٹھ قسمیں ہوتی ہیں *

پس صحیح مذہب دنیوی ترقی اور کامیابی اور اُخروی بہبودی اور فلاح کا کفیل ہے — دونوں قسم کے فاسد مذہب جن میں موجب فساد کمی اور نقصان ہوتا ہے بعض اوقات ان کے پیرو ایک خاص نظام معیشت کے پابند ہوتے ہیں اور دنیوی ترقی میں بہ مراتب مختلفہ کامیاب ہوتے ہیں - مگر جن مذاہب میں باعث فساد زیادتی یا خلط ملط ہوتا ہے وہ مذہب اپنے پیروں کے لیئے قطعاً موجب تباہی اور بربادی ہوتے ہیں — اب میں صرف اسقدر اور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس مبحث کے متعلق میری یہ تقریر نئی قسم کی ہے — پس التماس یہ ہے کہ اس کی تائید یا تردید جو کچھہ کی جاے وہ بعد غور کامل کی جاے *

صاحب صدرانجمن نے فرمایا کہ حضرات علماء و فضلا ! میں آپکا مرتبہ اس سے بالا تر سمجھتا ہوں کہ آپ کے سامنے آداب مناظرہ کی تفصیل کرنے کی ضرورت ہو - مگر میں ایک خاص امر کی طرف آپ کو توجہ دلاتا ہوں جو یقینا آپ کے خیال میں بھی ہوگا یا جس کی تصریح

اُصول کو عام اختلال کا سبب قرار دینا صحیح نہیں ھی — بلکہ یہہ اُصول انسان کی حرص و طمع اور اُس کی بلند پروازیوں میں اعتدال پیدا کرتے ھیں *

خلفاے راشدین اور صحابہ کرام نے دنیوی دولت و ریاست اور اُخروی اجر و ثواب کے حاصل کرنے میں جسقدر مشقتیں برداشت کی ھیں ان پر غور کرنے سے صاف معلوم ھوتا ھی کہ اس وقت قوم عملی طور پر راھد تھی اور اِس وقت ھمارا زھد جس کا ھم دعوی کرتے ھیں سراسر جھوتا اور بالکل ریائی ھی — (مترجم) *

میرا خیال یہہ ھی کہ اس عام اختلال کا سبب وہ تغیر تبدل ھی جو اسلامی طرز سیاست میں باوشاہ مختلف ھوتا رھا ھی - اسلامی سیاست ابتداءً بالکل جمہوری اور ریپبلک تھی اور خلفاے راشدین کے مبارک زمانہ کے بعد ملک کی اندرونی شورشوں اور خانہ جنگیوں کے متواتر جاری رھنے سے اسلامی طرز سیاست نے شاھی رنگ بدلا مگر باھم شریعت کے بنیادی اُصول کی قید اُس کے ساتھہ لگی رھی - اور اس کے بعد وہ بالکل آزادانہ اور شخصی ھوگیا — اس تغیر تبدل کی نسبت جو اسلامی طرز سیاست میں واقع ھوا جب غور کیا جاتا ھی تو معلوم ھوتا ھی کہ اُس کا اصلی سبب جسب ذیل ھی *

چونکہ صحابہ کرام فتوحات میں مصروف تھے اور مختلف ملکوں اور شہروں میں پھیلے ھوئے تھے اِس وجہ سے شرعی قواعد صدر اول میں نہ لکھے گئے اور نہ اُن کی تدوین ھوسکی - اور جب زمانہ مابعد میں اُنکی تحریر و تدوین شروع ھوئی تو علماء میں سخت اِختلافات اور مناقشے پیدا ھوئے — مختلف قوموں کے جو لوگ مذھب اِسلام میں داخل ھوئے تھے اُن کی رائیں حد اعتدال سے تجاوز کرنے لگیں - انھوں نے اصولی اور فروعی اِختلافات میں اُنھیں پہلوؤں کو ترجیح دی جو ان کے سابقہ مشرکانہ خیالات سے مناسبت رکھتے تھے - سیاسی حکام اور مدبران ممالک نے اس اختلاف کو گروہ بندی اور پولیٹکل خود مختاری اور مطلق العنانی کا بہترین ذریعہ خیال کرکے اُس سے فائدہ اُٹھایا — جس کا یہہ نتیجہ ھوا کہ اِسلامی سلطنت ایسے گروھوں پر منقسم ھوگئی

اُنکا حکم دیا ہی — بعض ایسے ہي امور کي وجہ سے حضرت عثمان نے ابوذر غفاري کو جلاوطن کردیا تھا *

حلیف قدسي نے اس کے جواب میں کہا کہ یہہ عفوبت اور زهد و قناعت کے اصول جو ہماري قوم کے عقائد کے ساتھہ مخلوط ہورہے ہیں اور نیز وہ اصول جو ان سے بھي بڑھکر اسباب کو معطل کرنے والے اور زندگي کو غارت کرنے والے ہیں تمام مذاهب میں موجود ہیں — تاکہ وہ ایک حیثیت سے انساني طبیعت کي حرص و طمع کے ساتھہ مل جلکر طلب مقاصد میں توسط اور اعتدال کي حالت پیدا کردیں اور دوسري حیثیت سے عاجزوں اور مفلسوں اور ولایت رندوں کے لیئے باعث تسلي اور فقیروں اور دولتمندوں کے درمیاں حصول مساوات کا ایک ذریعہ ہوں *

تقدیر کے عقیدہ پر تمام مذاهب کا اتفاق ہی — ہر قسم کي برائي بھلائي خدا کي طرف سے پائي جاتي ہی — یا بھلائي خدا کي طرف سے اور برائي نفس یا شیطان کي طرف سے تسلیم کي جاتی ہی — مگر تاهم ہر ایک انسان کسي واقعہ کو تقدیر کي طرف صرف اُسي وقت منسوب کرتا ہی جب کہ وہ اُس کے سبب سے جاهل ہوتا یا حصول منفعت اور رفع مضرت میں ناکام رہتا ہی — اور اسطرح پر وہ اپني جہالت اور نادانی یا کمزوري اور ناکامي کو خوبصورتي کے ساتھہ تقدیر کے پردہ میں چھپانا چاهتا ہی — چونکہ ان اخیر صدیوں میں مسلمان بالعموم دنیا کے واقعات اور نتائج کے اسباب سے جاهل اور ہر قسم کے دنیوي کار و بار کے انتظام دنیا سے عاجز ہوگئے اسلیئے اُنہوں نے تقدیر اور زهد کے زیر سایہ پناہ لي جسکی وجہ دینداري نہیں ہی بلکہ مقتضی طمع ساري ہی — دنیوي رهبانیت اختیار کرنا اور دولت و ثروت پر لات مارنا عیسائیت میں اعلی درجہ کي عبادت اور ذریعہ قرب الہي ہی — تو کیا اس سے شارع کا یہہ مقصد تہا کہ نوع انسان ایک ہي نسل کے بعد صفحہ ہستي سے نیست و نابود ہوجاوے یا اُس کا یہہ مقصد تہا کہ اس حکم کي تعمیل صرف چند افراد تک محدود رهیگی ؟ اس مقام پر چند افراد کي تخصیص کو عقل ہرگز نہیں قبول کرسکتي — اس سے یہہ نتیجہ نکلتا ہی کہ اس قسم کے جبریت اور زهد و قناعت کے

بداعمالیوں سے تمام قوم کو سیدھے راستہ سے گمراہ کیا - اس گروہ کی جہالت جانوروں اور چوپایوں سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہی - جانور اُن فطری وسائل سے جو نیچر نے اُن کو عطا کیئے ہیں اپنی ذاتی حفاظت کرتے ہیں — مگر یہہ گروہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے تباہ اور برباد کر رہا ہی - اس گروہ میں بعض افراد ایسے بھی موجود ہیں جو دیدہ و دانستہ گمراہی میں مبتلا ہیں - وہ قوم کی بدحالی کو دیکھکر روتے اور افسوس کرتے ہیں تاکہ یہہ خیال کیا جاوے کہ وہ قومی بہبودی کے کاموں کے انجام دینے سے معذور ہیں — وہ اپنے آپ کو مسلمانوں کی سیاسی اصلاح کا خواستگار ظاہر کرتے ہیں حالانکہ جو کچھہ وہ اپنی زبان سے کہتے ہیں ان کے دل پر اُس کا مطابق اثر نہیں ہوتا — وہ بظاہر اصلاح کی طرف اپنی رغبت ظاہر کرتے ہیں مگر بباطن میں اپنے دین و دنیا کو غارت کرنے ' اپنی رفعت اور برتری کی عمارت کو ڈھانے ' اپنی عزت کو برباد کرنے اور مسلمانوں کو ذلیل کرنے کے لئے بدستور ہر وقت آمادہ رہتے ہیں - یہہ ایک ایسا مہلک مرض ہی جو امراء سے علما کے گروہ میں سرایت کر گیا ہی اور اُن سے رفتہ رفتہ قوم کے ہر درجہ و ہر طبقہ میں پھیل گیا ہی *

مولانے رومی نے اِس کے جواب میں کہا کہ بالخصوص امراء کے ذمہ اِلزام لگانا صحیح نہیں ہی - کیونکہ ہمارے امراء ہماری ہی قوم کا ایک گروہ ہی اور ہر طرح ہماری ہی مثل ہی — یہہ ایک مشہور ضرب المثل ہی کہ " جیسے تم ہوگے ویسے ہی تمہارے حاکم ہونگے " بس اگر ہم مریض نہ ہوتے تو ہمارے امراء و حکام کی یہہ نوبت نہوتی -

میرے نزدیک ہماری موجودہ مصیبت کا سبب یہہ ہی کہ ہم آزادی کو ہاتھہ سے کھو بیٹھے ہیں ' ہم اُس کے معنی فراموش کرچکے اور اُس کے فوائد سے محروم ہوگئے ہیں - اور اِسوقت آزادی کا لفظ بھی ہمارے لیئے ایک موجب وحشت چیز بن گیا ہی - آزادی کی یہہ تعریف کی گئی ہی کہ اِنسان اپنے قول و فعل میں مختار ہو کوئی شخص ظلم اور نا اِنصافی کی راہ اُس کے ساتھہ تعرض نکرسکے - یہہ بھی آزادی کا ایک شعبہ ہی کہ حقوق میں مساوات کا لحاظ رکھا جاوے اور حکام سے جو درحقیقت رعایا کے وکیل ہیں محاسبہ کیا جاوے اور حق کے مطالبہ اور

جو باعتبار مذہبی اصول کے باہم مختلف اور باعتبار سیاست کے ایک دوسرے کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے ' ان میں ہمیشہ جنگ و جدل اور خوں ریزی کا سلسلہ برابر جاری رہتا رہا — یہہ حالت دیکھکر دشمنوں کو بھی حرص و طمع دامنگیر ہوئی اور اسلامی گروہوں کو ایک ہی وقت میں اندرونی اور بیرونی لڑائیوں کی مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا - ان لڑائیوں سے کبھی کبھی بہت تھوڑے عرصہ کے لیئے فرصت ملتی تھی اور بعد اُس فرصت کے علوم اور شائستگی کو ترقی ہوتی تھی - چونکہ ان لڑائیوں کا سلسلہ صدیوں تک جاری رہا اس لیئے مسلمانوں کی قوم باعتبار پیشہ اور اخلاق کے ایک جنگی قوم ہوگئی اور علوم و تمدن اور صنعت و حرفت سے بہت دور جا پڑی - کچھہ عرصہ کے بعد جب لائق سپہ سالاروں اور سامان حرب و ضرب میں کمی واقع ہوئی تو کامیاب لڑائیوں کا سلسلہ یکلخت منقطع ہوگیا اور قوم صرف مداومت پر قناعت کرنے لگی - اور خصوصاً دو صدیوں سے یعنی جب سے کہ مغرب میں فن جنگ ترقی کرکے ایک وسیع علمی فن ہوگیا ہی جو ہمارے خواب و خیال میں نہیں تھی حالت جاری ہی - اور مسلمان آپس میں کٹتے مرتے اور اپنی قوت کو غارت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی اعانت اور ہمدردی نہیں کرتے — یہی حالت ہی جس نے مسلمانوں کی مستعدی اور چستی و چالاکی کو برباد کرکے ان میں عام اختلال اور افسردگی پیدا کردی ہی *

حکیم تیوسی نے اس کے جواب میں کہا کہ مسلمانوں کے سوا بعض دیگر قوموں مثلاً جرمن میں بھی خود مختار اور مطلق العنان حکومتیں موجود تھیں ' جو مذہبی اصول میں باہم مختلف اور سیاسی گروہوں پر منقسم تھیں ' اور اُن میں ہمیشہ جنگ و جدل کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا — مگر باہم ان میں عام طور پر اختلال پیدا نہیں ہوا — پس ضرور ہی کہ مسلمانوں کے عام اختلال کا کوئی دوسرا سبب ہوگا *

میں خیال کرتا ہوں کہ ہماری موجودہ مصیبت اُس سخت جہالت کے باعث سے ہی جو ہمارے امراء کے گروہ کثیر کی طبائع میں راسخ اور مستحکم ہوگئی ہی — یہہ گروہ خود بھی گمراہ ہوا اور اپنی

صدیاں گذر چکی اور بہت سی نسلیں بدل چکی ہیں کہ ہم اِسی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اس لیئے نا اُمیدی اور بیکاری ' سستی اور ناهنجاری ' محنت اور کوشش سے نفرت اور لہو و لعب سے الفت ہماری طبیعتوں میں مستحکم ہوگئی ہی۔ لہو و لعب سے ہمارے نفوس کو جو مفید ہیں اپنی تکالیف میں تسکین حاصل ہوتی ہی اور بیکاری ہمارے فکر کے لیئے جو چاروں طرف سے محصور ہو رہا ہی موجب راحت ہوتی ہی۔ ہم ان تمام باتوں سے جو محنت اور کوشش سے تعلق رکھتے ہیں نفرت کرنے لگے ہیں۔ حتی کہ نہ ہم مفید کتابوں کا مطالعہ کرسکتے ہیں اور نہ کسی نصیحت کا سننا گوارا کرسکتے ہیں۔ کیونکہ اس سے ہمارے دلوں میں اُس عزیز چیز کی یاد تازہ ہو جاتی ہی جسکو ہم غارت کرچکے ہیں اور ہماری روح کو سخت تکلیف اور صدمہ ہوتا ہی — اگر ہم ہزلیات اور خرافات میں مصروف ہوکر اُس خیال کو فراموش نکردیں تو عجب نہیں کہ ہمارا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کرجائے۔ اسیطرح رفتہ رفتہ ہمارے احساس ضعیف ہوگئے اور ہماری غیرت فنا ہوگئی اور جو شخص ہم کو ہمارے فرائض کی یاد دلاتا ہی اُس پر ہم غصہ کرتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہی ہی کہ ہم اُن کے ادا کرنے سے قاصر ہیں *

ہماری قوم میں بعض ایسے گروہ بھی پائے جاتے ہیں جو صدہا سال سے غلامی اور ذلت و خواری کے ساتھہ مالوف ہوگئے ہیں — پس استبداد اُن کے لیئے ایک امر طبعی بن گیا ہی جسکی مفارقت اُن کو ایک نہایت تکلیف دہ چیز ہی۔ یہی وجہ ہی کہ ہندوستان ' مصر اور تیونس کے مسلمان جن کو امن و آزادی کی نعمت عطا ہوئی ہی اپنے اُن مسلمان بھائیوں کی حالت پر جو اسلامی ممالک میں رہتے ہیں رحم نہیں کرتے بلکہ اُن میں سے جو لوگ اپنے مسلمان حاکموں کے برخلاف ایجیٹیشن پھیلاتے ہیں اُن کو وہ بری نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اکثر اوقات وہ اصلاح کے خواستگاروں کو ملحد اور بے دین اور باغی خیال کرتے ہیں — گویا کہ اُن کے نزدیک محض مسلمان حاکم کا وجود ہی تمام چیزوں سے حتی کہ عدل وانصاف سے بھی مستغنی کردیتا ہی۔ اور گویا کہ ہر حالت میں اُس کی اطاعت مسلمانوں پر واجب ہی اگرچہ وہ اُن کے ملکوں کو برباد کرتا اور اُن کی اولاد کو قتل کرتا ہو — غرض کہ آزادی کا کھو بیٹھنا مسلمانوں کے عام انحلال کا اصلی سبب ہی *

نصیحت کے کرنے میں خوف و ہراس کو مطلقاً راہ نہ دی جاوے - ما سوا اس کے تعلیم کی آزادی ، تحریر و تقریر کی آزادی ، پریس کی آزادی ، علمی مباحثات کی آزادی ہی — آزادی کا ایک شعبہ عدالت معہ اپنے تمام اقسام کے ہی تاکہ کسی شخص کو کسی ظالم اور غاصب ، عیار اور فریب دار کا کھٹکا باقی نرہے - اُس کا ایک شعبہ امن ہی - مثلاً مذہبی امن ، جان و مال کا امن ، عزت و آبرو کا امن ، علم اور اُس کے فوائد کا امن — بس آزادی در حقیقت مذہب کی روح ہی - حسان ابن ثابت رضی‌الله عنہ کی طرف ایک شعر منسوب ہی جسمیں اُنھوں نے دین کو شرعی احکام اور امن قایم کرنے پر محدود کیا ہی — وہ شعر حسب ذیل ہی -

و ما الدین الا ان تقام شرائع * و تومن سبل بیننا و هضاب

اس میں شک نہیں کہ انسان کے لیئے زندگی کے بعد آزادی سب سے زیادہ قیمتی اور عزیز چیز ہی - اُس کے معدوم ہونے سے تمام اُمیدیں خاک میں مل جاتی ہیں ، اعمال باطل ہوجاتے ہیں ، انسانی نفوس جیتے جی مرجاتے ہیں ، شریعتیں معطل اور قوانین مبتذل ہو جاتے ہیں - ہماری قوم میں بکریاں چرانے والا بھی بالکل آزاد تھا ، وہ بادشاہ کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا تھا اور امیرالمومنین کو یا عمر اور یا عثمان کہکر پکارتا تھا — مگر اب ہماری یہہ نوبت پہونچ گئی ہی کہ ہم بچہ کو اُس کی ماں کی گود میں قتل کرتے اور اُس کی ماں کو سکوت پر مجبور کرتے ہیں اور اُس کو ہرگز اتنی جرات نہیں ہوتی کہ وہ اپنے نالہ و فریاد سے ہمارے کانوں کو اذیت پہونچائے — ہماری قوم کا ایک ادنی سپاہی دشمن کے ایک بڑے لشکر کو پناہ دیتا تھا اور سب لوگ اُس کے عہد کو تسلیم کرتے تھے — مگر اب ہماری یہہ حالت ہوگئی ہی کہ ہم ایک بڑے لشکر کو جمعہ اور عیدین کی نماز سے روکتے ہیں حالانکہ سوائے جھوٹی شان و شوکت کے اِس کی کوئی ضرورت داعی نہیں ہوتی (مرحبا) *

ایسی حالت میں اگر قوم اپنی زندگی سے اُکتا جاے اور اُس پر عام اختلال اور افسردگی طاری ہوجاے تو کچھہ تعجب کی بات نہیں ہی -

میں وارد ہوا ھی کہ " † تم کو امر بالمعروف اور نہي عن المنکر کرنا ۔ نہ "
ورنہ خدا تمہاري قوم کے شریر لوگوں کو تم پر مسلط کریگا اور پھر تم ، ،
سے اچھے لوگ دعا کرینگے مگر قبول نہوگي " ۔ اس کے علاوہ بہت سي
آیتیں اور حدیثیں ایسي ھیں جن سے معلوم ہوتا ھی کہ امر بالمعروف
اور نہي عن المنکر کے ترک کرنے سے لا محالہ ذلیل و خوار ہوتے ھیں ۔
پس میرے نزدیک یہي سبب ھی جس سے موجودہ عام اختلال پیدا
ہوا ھی *

سلف صالحین کے مبارک زمانہ میں ھماري شریعت آسان اور واضح
تھي ، اُس کے اوامر اور نواھي صاف صاف تھے ۔ پس ھر ایک مسلمان خواہ
وہ مرد ھو یا عورت امر بالمعروف اور نہي عن المنکر کا فرض بجا لاتا تھا ۔
اُس وقت ھمارا طرز معیشت بالکل سیدھا سادہ تھا ۔ اس کے بعد جب
ھمارے تمدن کا دائرہ وسیع ہوا تو ھم نے اس فرض کے ادا کرنے کے لیئے
محتسب مقرر کیئے ۔ پھر ھمارے مذھب میں ایسي قومیں داخل ہوئیں
جن میں خیانت اور نفاق کا مادہ موجود تھا ، اُنھوں نے احتساب کو
ذریعہ اکتساب ٹھیرایا اور اپني تمام ھمت اور توجہ خراج کے وصول کرنے
اور سررشتہ جنگ کي درستي میں جو خراج گیري کا ذریعہ تھا مصروف
کي ۔ پس احتساب بالکل باطل ہوگیا اور اُسي کے ساتھہ امر بالمعروف اور
نہي عن المنکر بھي رخصت ہوا ۔ یہہ امر منجملہ ان اسباب کے شمار کیا
جاسکتا ھی جو ھمارے موجودہ اختلال میں موثر ھیں ۔ مگر یہہ مسلمانوں
کے موجودہ اختلال اور افسردگي کا تنہا سبب نہیں بن سکتا *

چونکہ ھمارے امرا نے اپني تمام ھمت خراج گیري اور فوجي
درستي میں مصروف کي اس لیئے وہ [illegible] سب سے بالکل غافل اور بے خبر
ہوگئے ۔ اور اگر قرآن مجید میں [illegible] یہہ آیت نہوتي " و اطیعوا اللہ و اطیعوا
الرسول و اولی الامر منکم " تو وہ یقیناً [illegible] کو بھي پس پشت ڈال دیتے ۔

---

† اس حدیث کو بزار نے عمر سے اور طبراني نے ابو ھریرہ سے روایت
کیا ھی ان دونوں کي سندیں ضعیف ھیں ۔ ترمذي میں بھي بہ تبدیل
بعض الفاظ یہہ حدیث روایت کي گئي ھی ۔ ابو عیسی کہتے ھیں کہ
یہہ حدیث حسن ھی ۔

مجتہد تبریزی نے اِس کے جواب میں کہا کہ یہہ حالت عام نہیں ہی — حالانکہ ہمارا قومی اختلال روز بروز بڑھتا اور مستحکم ہوتا جاتا ہی — پس لا محالہ اُس کے لیۓ کوئی دوسرا سبب ہوگا *

مجھکو معلوم ہوتا ہی کہ ہمارا موجودہ تنزل اور انحطاط خود ہماری طرف سے ہی — کیونکہ ہماری قوم دنیا میں بہترین اقوام تہی جو لوگوں کے لیئے ظاہر ہوئی تہی۔ ہم صرف خداۓ وحدہٗ لا شریک کی عبادت کرتے اور صرف اُسی کے سامنے اپنے عجز و انکسار کا اظہار کرتے تھے - جو شخص جس وقت تک اُس کی اطاعت کرتا تہا اُسی وقت تک ہم اُس کی اطاعت کرتے تھے — ہم نیک کاموں کا حکم دیتے اور بری باتوں سے منع کرتے تھے - خلافت اور حکومت کے معاملات ہمارے باہمی مشورہ سے طی ہوتے تھے - ہم نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرتے اور گناہ اور نافرمانی میں باہمی اعانت نکرتے تھے — یہہ تمام باتیں ہم نے چھوڑ دی ہیں — حالانکہ ہماری شریعت میں بری باتوں سے روکنا عملاً ہونا چاہیئے — اور اگر یہہ ممکن نہو تو زبان سے اور اگر یہہ بھی ممکن نہو تو دل سے - تیسرے درجہ سے یہہ مقصود ہی کہ خائنوں اور فاسقوں سے اعراض کرنا چاہیئے اور دلوں میں ان کی طرف سے نفرت ہونی چاہیئے *

اس میں شک نہیں کہ اس مذہبی فرض کی تعمیل اُن کے متنبہ کرنے کے لیئے کافی ہوگی اور اس حکم کی تعمیل کسی شخص کے لیئے ناممکن نہیں ہی - خدا نے فرمایا ہی "† ولو لا دفع اللہ النّاس بعضہم ببعض لفسدت الارض" پس یہی سبب ہی کہ قوم اپنے حکام کی پرستش اور خواہشات اور اوہام کی پیروی میں گرفتار ہی اور ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرکے فاسقوں اور اَوْر نافرمانوں کی اطاعت میں مصروف ہیں۔ خداوند تعالی نے فرمایا ہی "‡ و لتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولٓئک ہم المفلحون" حدیث

---

† اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعہ سے بعض کو کرسی حکومت سے نہ ہٹاتا رہے تو ملک کا انتظام درہم برہم ہوجاۓ -

‡ اور تم میں ایک گروہ ایسا بہی ہونا چاہیئے جو لوگوں کو نیک کاموں کی طرف بلائیں اور اچھے کام کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور ایسے ہی لوگ اپنی مراد کو پہونچینگے -

ابن طاطبا نے اپنی مشہور تصنیف " الاداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ " میں لکھا ھی کہ جب سنہ ۶۵۶ ھجری میں ھلاکو خاں نے جو آتش پرست تھا بغداد فتح کیا تو اُس نے علماے بغداد سے ایک فتوی دریافت کیا کہ کافر بادشاہ جو عادل ھو بہتر ھی یا مسلمان ظالم؟ — اس کا جواب لکھنے کی غرض سے علماء کا ایک گروہ مدرسہ مستنصریہ میں جمع ہوا — اکثر علماء اس کا جواب لکھنے اور عادل کافر کو ظالم مسلمان پر ترجیح دینے میں پس و پیش کر رھے تھے رضی الدین علی بن طاووس نے جو علماء میں ایک نہایت معزز و محترم فاضل تھا استفتا اپنے ھاتھ میں لیا اور اُسپر اپنی مہر کردی — اُس کے بعد باقی علماء نے مہریں کیں *

میں خیال کرتا ھوں کہ ھماری موجودہ مصیبت کا اھم سبب یہہ ھی کہ مذھبی رابطہ جو ھمارے درمیان میں تھا اُس میں اختلال و اختلال پیدا ھوگیا ھی — ھمارے مذھب کی بنیاد عام مسلمانوں کی بہبودی اور خیر خواھی پر ھی - اس رابطہ کی حفاظت اور عام معاملات کی نگرانی سواے امام کے روساء مذھب کے ساتھہ مخصوص نہیں ھی اور اگر امام موجود نہوگا تو عام معاملات میں نہایت ابتری اور انتشار واقع ھوگا اور مذھبی تعلق اور سیاسی ارتباط میں سخت اختلال پیدا ھوگا - جیسا کہ دیکھا جاتا ھی — ھماری قوم میں بسمارک جیسا مدبر کہاں ھی جو ھمارے امراء میں اتحاد و اتفاق پیدا کرا کے رشتہ اخوت کو مستحکم کرے — اس کے علاوہ ھم میں کوئی قومی اور جنسی رابطہ بھی موجود نہیں ھی - کیونکہ جزیرہ عرب کے سوا تمام ممالک کے مسلمان مختلف قوموں اور مختلف جنسوں کی یادگار ھیں - ان میں سواے بیت اللہ کی طرف سجدہ کرنے کے کوئی وجہ جامع موجود نہیں ھی *

یہہ بات ظاھر ھی اگر دیگر قوموں اور ملتوں میں مذھبی پیشوا اور ان کے عام مذھبی منتظم بعنوان ، یا پیشواوں کے قائم مقام مثلاً مذھبی واعظ ، مدارس کے مہتمم ، معلم اور پروفیسر جو بلحاظ اصول کے باھم متفق ھیں نہ ھونے تو یہہ مذاھب بھی برباد ھوجاتے اور قوم کے اخلاق و عادات مختلف اور متناقض ھوجاتے اور ان پر بھی وھی مصیبت نازل ھوتی جو ھم پر ھو رھی ھی کہ ھماری قوم کا ھر ایک فرد بجائے ایک قوم معلوم ھوتا ھی *

مذهب کی طرف سے غفلت اور بیعلمی نے عام مسلمانوں میں نهیاں سرایت کرکے ان کو یهه روز منحوس دکهلایا که ان کے دل مذهب کے اثر سے بالکل خالي هوگئے اور صرف اُن کي زبانوں پر اُس کا نام هي نام باقی رهگیا — یهه افسوسناک حالت امراے عجم میں خصوصیت کے ساتهه دیکهي جاتي هی جن کے ظاهري اور باطني حالات اس بات کا قطعي فیصله کرتے هیں که اُن کي دینداري سراسر جهوٹي اور بناوٹی هے اور وه صرف قوم کے سیدهے سادے لوگوں پر اپنا تسلط اور اقتدار مستحکم کرنے کے لئے مذهب کو بطور پالیسي کے استعمال کرتے هیں — اسي طرح اُن کے ظاهري اور باطني عقائد ان کے مشرک هونے کا ثبوت دیتے هیں اگرچه یهه شرک خفي هو جس کی ان کو خبر نهو *

اگر اُن کے اس شرک کے ساتهه اُن کے ظلم و ستم اور جبر و تعدي کو اضافه کیا جاوے تو اسلامي شریعت اور عقل سلیم اس امر کا قطعي فیصله کردیتي هی که غیر مسلمان بادشاه ان سے افضل اور مسلمانوں پر حکومت کرنے کے زیاده تر قابل هیں — کیونکه وه مسلمان حاکموں کي نسبت عدل و انصاف سے زیاده تر قریب اور دنیا کے ممالک کو آباد کرنے اور اُن کے باشندوں کو ترقي کے مدارج پر پهونچانے کی زیاده تر قدرت رکهتے هیں — اور خدا کي یهي حکمت هی که اکثر مسلمانوں کے هاتهوں سے حکومت اور سلطنت چهین لي گئي هی جیساکه اس آیت سے مفهوم هوتا هی " † وما کان ربک لیهلک القری بظلم و اهلها مصلحون " آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے اس بات پر فخر کیا هی که آپ کسری نوشیروان عادل کے زمانه میں پیدا هوئے — آپ نے فرمایا هی " ‡ ولدت انا في زمن الملک العادل " یعني میں عادل بادشاه کے زمانه میں پیدا هوا *

---

† اور اے پیغمبر تمهارا رب ایسا بے انصاف نهیں هی که بستیوں کو ناحق هلاک کر مارے اور وهاں کے لوگ نیکو کار هوں —

‡ یهه حدیث سراسر موضوع اور بالکل باطل هی اگرچه اُس سے بعض مشاهیر علماء مثلا حجةالاسلام امام غزالي وغیره نے استشهاد کیا هی —

ایسے دعووں سے بھری ہوئی تھیں جن کے ثبوت میں کوئی دلیل نہیں دیجا سکتی - پھر اُنھوں نے قوم کے سامنے ایسے خاص اسرار ظاہر کیئے جنکے وہ مدعی تھے اور ایسے علوم لدنی اور مقامات اور احکام اور ذرایع تقرب الٰہی کی قوم کو تعلیم دی جو محض مصنوعی اور بالکل اختراعی تھے — غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ھی کہ وہ اس صحیح حدیث کے مصداق ھیں " لتتبعن سنن من قبلکم شبراًبشبر وذراعاً بذراع " اور اُنھوں نے یہود و نصاریٰ تمام رسمیں اخذ کی ھیں — اگر موجودہ مراسم پر غور کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ اُن میں بیشتر تقلیدی اور بہت کم اختراعی ھیں *

ان تمام قبیح رسموں کے اخذ کرنے سے ان گمراہ کرنے والوں کی یہہ غرض تھی کہ جہال کا طبقہ ان پر فریفتہ ہوجاوے اور ضعیف العقل اشخاص اور عوام الناس اور امراء جو نفسانی امراض میں مبتلا ھیں اور جو شرک کی طرف آسانی کے ساتھہ مایل ہوسکتے ھیں اُن کے دام فریب میں آ جائیں - کیونکہ عبادت خواہ اُس کا منشا حصول منفعت ہو یا دفع مضرت ایسی چیز کے لیئے زیادہ آسانی کے ساتھہ کی جاسکتی ھی جو اُن کی آنکھوں کے سامنے ہو اور اُن کے ادراکات سے بالا تر نہو — مگر ایسی ذات کی عبادت کرنا جو نہ جوہر ھی' نہ عرض ھی ' نہ آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ھی ' نہ خیال میں سما سکتی ھی اور نہ اُس کی مانند کوئی چیز ھی ' سخت دشوار ھی — اور نیز ایسی عبادت جو سراسر لہو و لعب ہو اُس کا بجالانا شرعی تکلیفات کی پابندی کرنے کی نسبت نفس اور طبیعت کے لیئے زیادہ تر آسان ہوتا ھی — خداوند تعالی نے مشرکین عرب کی عبادت کی کیفیت قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمائی ھی " وما کان صلاتهم عندالبیت الامکاء و تصدیہ " یعنی " خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا ان کی نماز ھی کیا تھی " سو ان لوگوں نے بھی تالیاں بجانے شور و شغب اُٹھانے اور بے شرمی کرنے کو خدا کی عبادت قرار دیا ھی (مرحلی) *

غرض کہ اسی قسم کے وسائل سے ان دغا بازوں کو اپنے نالایق مقاصد میں کامیابی ہوئی - اس کامیابی کا اہم سبب یہہ بھی تھا کہ ان میں سے

محقق مدنی نے اِس کے جواب میں کہا کہ صرف مذھبی رابطہ اور جنسی اِتحاد کا موجود ہونا ھمارے موجودہ عام اِختلال کا کافی سبب نہیں ھوسکتا ، بلکہ ضرور ھی کہ اِس کا کوئی اور زیادہ تر عام اور اہم سبب ھوگا - اِس بارہ میں اگر میرا ذاتی خیال پوچھا جاے تو میں کہہ سکتا ھوں ھماری موجودہ مصیبت کا اصلی سبب یہہ ھی کہ تحریف کرنے والے علماء اور صوفیوں کی بدولت عام مسلمانوں کو دینی اور دنیوی معاملات میں سخت اِنتشار واقع ھوگیا ھی - اِن لوگوں نے مذھب پر مسلط ھوکر اُس کو غارت کیا اور پھر مسلمانوں کو برباد کرکے چھوڑا - کیونکہ مذھب صرف علم کے ذریعہ سے معلوم ھوتا ھی اور علم صرف علماء کاملین سے حاصل ھوسکتا ھی - علماء جو قوم میں انبیاء علیہ‌السلام کے قایم مقام ھیں اُن کا کام یہہ ھی کہ وہ قوم کو دنیوی بہبودی اور اُخروی صلاح و فلاح کے وسائل کی طرف رھنمائی کریں - اِس میں شک نہیں کہ یہہ مقام نہایت ارفع اور اعلی اور یہہ مرتبہ قوم میں نہایت بلند اور ممتاز ھی - اِس مقدس فرض کے انجام دینے اور اُس کی تکلیفات کے برداشت کرنے میں جسقدر عالی ھمتی اور اولوالعزمی کام میں لائی جاویگی اُسیقدر قوم میں زیادہ عزت و شرف اور برتری حاصل ھوگی — مگر بد قسمتی سے بعض کم علم اور پست حوصلہ اشخاص کو اِس عظیم‌الشان اور بلند ترین مرتبہ پر پہونچنے کی خواھش دامنگیر ھوئی جو اُن کی ھمت اور طاقت سے باھر تھا — اُنھوں نے زاھدوں کا مسلک اختیار کیا اور مذھب میں عجیب و غریب باتیں اختراع کرکے علماے کاملین کی صورت میں جلوہ گر ھوئے — اور اِس حلیہ سے اُنھوں نے علماء کی مزاحمت کرنا چاھی جن کے علو مرتبت پر اِن کو حسد ھوا تھا — یہہ ایک معمولی بات ھی کہ کم علم شخص تصوف کے سایہ میں پناہ لینا ھی جیسا کہ کم حیثیت آدمی تکبر اور مفلس شخص اپنے ظاھری لباس کی درستی اور زیب و زینت کی طرف مائل ھوتا ھی (مرحبا) *

غرض کہ یہہ ملمع ساز علماء قران مجید کی ایسی تاویلیں کرکے جو اُس کی محکم نظم و ترتیب کے بالکل منافی تھیں عام مسلمانوں کو دھوکا دینے لگے — اُنھوں نے صرف بسم‌اللہ یا صرف اُس کی "ب" کی تفسیر میں ضخیم کتابیں لکھیں جو محض بے معنی خرافات اور ھذیانات اور

جنس بڑی قدر و قیمت کے ساتھہ ہاتھوں ہاتھہ لی گئی - لیکن قسطنطنیہ
میں گذشتہ چار صدیوں سے اُن کی جس قدر گرم بازاری ہو رہی ہے
اُس کی نظیر اِن شیطانی افعال کی گذشتہ تاریخ میں نہیں مل
سکتی — ان اوہام اور خرافات کو وہاں اسقدر شہرت اور رواج حاصل ہوا
ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے اندر باشندے اسلام کے پیرو نہیں
ہیں بلکہ یہی شیطانی حرکات اُن کا مذہب ہے — گویا کہ جسوقت وہ
رومیوں کے بعد ملک کے وارث ہوئے تو اُن کی تمام قبیح عادات اور
خصائل اور رسوم بھی اُن کو وراثت میں پہونچیں - اُنھوں نے رومیوں سے
اکثر رسمیں جیسا کہ ہم اوپر بیان کرچکے ہیں اخذ کرکے اسلام کے ساتھہ
ان کو چسپاں کردیا اور فرمایا کہ یہہ مذہب کے حقائق و دقائق اور اُس
کے مخفی اور رموز و اسرار ہیں جو سینہ بسینہ منتقل ہوتے چلے آتے
ہیں اور جن کے [illegible] سے علماء و فقہاء محدثین اور م[illegible]مین کی
عقلیں قاصر ہیں - اِس قسم کے خرافات اور ہذیانات کی [illegible] طاعون ان
صدر مقامات سے نکلکر تمام دنیائے اسلام میں پھیل گئی -- اول اُس نے
امراء کے گروہ سے آگے بڑھکر کم فہم علماء کی جماعت میں سرایت کی اور
ان سے تجاوز کرکے عام مسلمانوں میں شائع ہوگئی *

اُس قسم کے وسائل سے اِن دغابازوں کو بڑی کامیابی ہوئی اور امراء کے
گروہ میں ان کو بہت بڑا رسوخ اور اعزاز حاصل ہوگیا جسکے ذریعہ سے
اُنھوں نے سخت فتنے اور فساد برپا کیئے : اکثر مدارس کو ویران کرکے اُن
میں اُن سست اور کاہل اشخاص کو آباد کیا جو ان کے کشف و کرامات
کے قائل تھے - اور اکثر جامع مسجدیں اُن مست قلندروں سے لبریز
ہوگئیں جو ڈھولک کی تانوں پر رقص کرتے اور اس شیطانی حرکت
کو ذریعہ تقرب الٰہی خیال کرتے ہیں — چونکہ ان کی ڈھولک کی
عجیب و غریب آواز سے بعض وہم پرست اشخاص کے دلوں میں لرزہ
اور اعصاب میں ایک قسم کی جنبش محسوس ہوتی ہے اس کو وہ
سمجھتے ہیں کہ اِن پر وجد و حالت طاری ہوئی ہے — غرضکہ اُنھوں
نے اپنے رسوخ اور اعزاز کے ذریعہ سے تمام مال زکاۃ اور بادشاہوں اور امیروں
کے اوقاف کی تمام آمدنی جو ممالک عثمانیہ میں " دعا گو " اور
" طعامیہ " کہلاتی ہے انھیں اخوان الشیاطین کے دوزخ شکم کے لیئے
وقف کردی (مرحلی) *

ایک گروہ نے کرامت اور خرق عادت اور نیز اس امر کا دعوی کیا کہ وہ مخلوقات میں تصرف کرسکتا اور خدا کی تقدیر بدل سکتا ھی اور ریائی زھد اور جھوٹی پرھیزگاری اور شیطانی تصنیف دکھلاکر عوام کالانعام کے دلوں کو اپنی طرف مائل کیا — اور جاھل اور کاھل اور کم عقل اشخاص کو فریفتہ کرنے کی غرض سے ان کے لیئے ایسی رسمیں ایجاد کیں جن کا نام " آداب سلوک " رکھا گیا — حالانکہ نہ خدا نے ان کے لیئے کوئی سند نازل فرمائی ھی اور نہ کسی صحابی اور تابعی نے ان پر عمل کیا ھی — وہ ظاھر میں ادب اور باطن میں شرک ھیں - جاھلوں اور احمقوں کو سمجھاتا کہ علمی طریق اور ظاھری شریعت پر عمل کرنے سے تقرب الٰهی ناممکن ھی - ھاں مشائخ کی جوتیاں سیدھی کرے، انکی کشف و کرامات پر ایمان لاے، اصحاب قبور کے خرق عادات پر اعتقاد رکھنے کی بدولت خدا سجدہ ھونا آسان ھی - اُنھوں نے اپنے کمینہ مقاصد کی تائید میں جھوٹی حدیثیں بنانے کی جرات کی اور ان کو اپنی تصنیفات اور تالیفات میں خوب شائع کیا — حتی کہ بہت سے علماے کاملین متقدمین اور متاخرین کو بھی ان کی نسبت دھوکا ھوا ھی - حالانکہ حدیث کی معتبر کتابوں میں اُنکی کچھہ بھی اصل نہیں ھی — اُنھوں نے ترغیب ترھیب دونوں ذریعوں سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کیا — ترغیب اُن کو اس بات کی دی کہ ان کے ارادتمندوں کے حلقہ میں داخل ھونا اُخروی بہبودی کا ذریعہ ھی — اور اس بات سے ان کو ڈرایا کہ جو لوگ ان کی قطبیت اور غوثیت پر ایمان نہیں لاے تا جو اُن کی نسبت بدگمانی کرکے ان کی جناب میں سوء ادبی کے مرتکب ھوتے ھیں تو وہ اُن کو اور اُن کے مال و اولاد کو فوری نقصان پہونچا سکتے ھیں (مرحوم) *

قدیم زمانہ میں اِن دغابازوں کو بغداد، مصر، شام اور † تلمسان کے بازاروں میں بڑی کامیابی ھوتی اور اِن ایمان فروشوں کی کھوتی

---

† اس نام کے دو شہر مغرب میں قریب قریب واقع ھیں — ان دونوں میں ایک بہت قدیم ھی اس کا پہلا نام اقادیر ھی — دوسرے کی آبادی نئی ھی اس کو مغرب کے بادشاھوں ملثموں نے آباد کیا تھا اس میں شاھی لشکر اور اراکین سلطنت رھتے ھیں — (معجم البلدان یاقوت حموی) —

اختیار کے تابع ہیں — بد قسمتی یہہ ہی کہ ہماری قوم میں زمانہ ایسے زبردست اور اولوالعزم اشخاص کے پیدا کرنے سے بخل کرتا ہی جو لوگوں کو متنبہ کرتے اور ان کے شکوک و شبہات رفع کرتے ہیں اور جب تک وہ اپنے اعلی مقاصد میں کامیاب نہ ہوں استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھہ اپنی متواتر کوششوں کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں اور آخر کار قوم کی طرف سے شکریہ اور اعزاز و احترام حاصل کرتے ہیں — میری راے یہہ ہی کہ ہماری موجودہ مصیبت کا اعلی سبب یہہ ہی کہ ہمارا مذہب رسمی علما یا بعبارت دیگر عمامہ پوش جہال کی حمایت اور نگرانی میں داخل ہوگیا ہی " *

تقریر کا سلسلہ یہاں تک پہونچا تھا کہ جلسہ کے سکرٹری نے صدرانجمن کو اطلاع دی کہ مقررہ وقت گذر چکا اور جلسہ کے برخاست ہونے کا وقت آن پہونچا — صدر انجمن نے ممبران انجمن کو متنبہ کرنے کے لیئے " لا نعبد الاالله " پکار کر کہا اور فرمایا کہ ہمارے دوست رومی کی تقریر نہایت زبردست اور دلچسپ ہی — اُمید ہی کہ وہ آئندہ اجلاس میں اُس کا بقیہ نہایت بسط اور تفصیل کے ساتھہ ختم کرینگے — چونکہ ظہر کا وقت قریب آ گیا ہی اس لیئے میں جلسہ کے برخاست ہونے کا اعلان کرتا ہوں اور کل انشاءالله تعالی وقت مقررہ پر اجلاس شروع ہوگا *

تیسرا اجلاس

یوم پنجشنبہ ۱۸ ذیعقدہ سنہ ۱۳۱۶ ہجری

مقام مکہ معظمہ

تیسرے اجلاس میں شریک ہونے کی غرض سے تمام ممبران انجمن وقت مقررہ پر تشریف لائے لیکن اتفاقا صاحب صدرانجمن کی تشریف آوری میں کسیقدر تعویق ہوئی — وہ قریبا آدہ گھنٹہ کے بعد تشریف لائے اور عذر کیا کہ مجھکو ملاقات کی غرض سے شریف مکہ نے طلب فرمایا تھا جس کی تعمیل مجھہ پر لازمی تھی — مجھکو خیال نہ تھا کہ گفتگو کا سلسلہ اسقدر دراز ہوگا کہ میں وقت مقررہ پر اجلاس میں شریک

اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ علماء کو سخت تنگی اور دشواری لاحق ہوئی — نہ اُن کے لیئے رزق کا کوئی ذریعہ باقی رہا نہ اُن کی عزت و حرمت باقی رہی — علم اور مذہب کے برباد ہونے کے لیئے بھی سبب کافی ہی کیونکہ عام مسلمانوں کو ان دغابازوں سے جو دولت مند ہوتے کے علاوہ صاحب عزت و حرمت ہیں سچے علماء دین کو شناخت کرنا جو فقر و فاقہ کے مصائب میں مبتلا تھے سخت دشوار ہوگیا — ان کے عقاید فاسد ہوگئے اُن کا یقین متزلزل ہوگیا - اور ان میں سے اکثر اشخاص خدا کی مقرر کی ہوئی حدود سے تجاوز کرنے لگے اور اُس کے قوانین کی قوت مفقود ہوگئی - ان وجوہ سے اُن کی دنیا بھی برباد ہوئی - اور یہہ عام اختلال ان پر طاری ہوا *

مولاے رومی نے اس کے جواب میں کہا کہ اکثر مذاہب کی حالت یہی ہی کہ ایک عرصہ دراز گذرنے کے بعد ان میں فساد پیدا ہو جاتا ہی اور عقاید اور مسایل اپنی ابتدائی حالت پر باقی نہیں رہتے- لیکن ان مذاہب کے پیروں میں ایسے زبردست اور اولوالعزم اشخاص پیدا ہوتے ہیں جو عوام الناس کو متنبہ کرتے اور اُن کے شکوک و شبہات دور کرتے ہیں - اور اگر ان کے مذہبی اُصول و قواعد درحقیقت کمزور ہوتے ہیں اور ان کی بنیاد مثل اسلامی اُصول و قواعد کے مستحکم نہیں ہوتی تو وہ بجاے مذہبی قواعد کے ایسے مصنوعی قواعد و قوانین تجویز کرتے ہیں جو قوم کے امن و راحت اور دنیوی انتظام کے کفیل ہوتے ہیں - اسبارہ میں وہ ہر قسم کی مشکلیں اور صعوبتیں برداشت کرتے اور اپنی ذاتی عظمت و برتری کی حفاظت میں جو درحقیقت قوم کی عظمت اور برتری کے ساتھہ وابستہ ہی بلکہ اپنی اور قوم کی زندگی کی حفاظت میں حتی الوسع تمام ممکن وسائل عمل میں لاتے ہیں — علماے محققین نے نہایت دقیق اور عمیق مباحث کے بعد یہہ بات ثابت کی ہی کہ قوم کے اخلاق و عادات کے فاسد ہونے کا اصلی باعث اور نوع انسان کی شقاوت اور بد بختی کا بنیادی سبب صرف ایک اور محض ایک ہی جس کے ساتھہ کوئی دوسرا شریک نہیں — اور وہ قانونی تسلط ہی جس میں انحلال و اختلال ہو — یہہ انحلال خواہ اس وجہ سے ہو کہ ان قوانین میں کسی قسم کا کوئی نقص ہی یا وہ قوانین کسی شخصی اقتدار و

و ثنا صرف اس لئے کي جاتي هی که اس کے معاوضه میں وہ بھي ان کو - المولی المقدس ، ذی القدرة ، صاحب العظمة و الجلال ، المنزة عن النظیر و المثال ، واهب الحیاة ، ظل الله ، مهبط الهامات ، سلطان السلاطین ، مالک رقاب العالمین ، ولي نعمة العلمین ، ملجاء اهل الخافقین " کے خطابات سے یاد کریں جو ذریعه تکبر اور موجب فخر مباهات هیں *

اِس میں شک نہیں هی که اس گروہ کے اکثر علماے متبحرین اپنے جھوٹے خطابات کو صحت کے ساتھه نہیں پڑہ سکتے - اِسي طرح جو لوگ صاحب تقوی و طہارت اور شریعت کا جھنڈا اُٹھانے والے هیں علانیه خدا کے احکام کي مخالفت کرنے والے دیکھے جاتے هیں *

اُن پر بھي حجت کافی هی که وہ اپنے آپ کو زینت اور عروسانه لباس سے ممتاز کرتے هیں جو اِسلام میں قطعاً حرام هی ـــ یہه لباس اُنہوں نے روم کے کاهنوں اور مذهبي پیشواؤں سے اخذ کیا هی جو مذهبي فرائض ادا کرنے کے وقت اور اکثر دیني محفلوں میں زر دوزی قبائیں اور زرین ٹوپیاں اِستعمال کرتے هیں ـــ همارے قوم کے اکثر خطیب جب منبر پر کھڑے هوکر کہتے هیں (یا ایها الناس اتقوا الله) تو اُن کے بدن پر ایسے مکروہ لباس هوتا هی جس کو اِسلام نے حرام کیا هی *

اِن عمامه پوش جاهلوں نے صرف اِسي قانون پر اکتفا نہیں کي بلکه اُس کے ساتھه ایک دوسرا قانون بھي جاري کیا هی جسکي وجه سے درس تدریس ، وعظ و نصیحت ، خطابت اور امامت اور تمام مذهبي خدمات کي مثل سامان کے خرید اور فروخت هوتي هی اور وہ کبھي بطور هبه کے اور اکثر اوقات بطور وراثت کے نسلاً بعد نسل منتقل هوتي هیں - اِس قسم کے خدمات کبھي غیر وارث لوگوں کو بھي مل جاتي هیں جو قاضیوں کو زیادہ قیمت دیتے هیں یا اُن کي خوشامد کرتے هیں - اس قانون کا یہه نتیجه هوا که تمام مذهبي خدمات جہال اور منافقین کے گروہ میں محدود هوگئیں *

جس وقت بعض اِسلامي گورنمنٹوں نے انتظامي مجالس قایم کیں تو یہه عمامه پوش جاهل ان میں بھي داخل هوگئے اور قاضي اور مفتي اُن کا خطاب هوا ـــ جس شہر میں انتظامي مجالس هیں

نہو سکونگا — لیکن برخلاف اُمید سلسلۂ گفتگو کو طول ہوا اور میں مقررہ وقت پر حاضری سے قاصر رہا *

اس کے بعد اُنہوں نے فرمایا کہ ہم مولانے رومي کي دلچسپ تقریر کے مشتاق ہیں جو پچھلے اجلاس میں نا مکمل رہ گئي تہی — اُمید ہی کہ وہ اُس کو پورا کرینگے — اس پر مولانے رومي نے اپني تقریر کا سلسلہ شروع کیا اور فرمایا کہ :-

میرے نزدیک ہماري موجودہ مصیبت کا اصلي سبب یہہ ہی کہ ہمارا مذہب رسمي علما یا بہ عبارت دیگر عمامہ پوش جاہلوں کي حمایت اور نگراني میں داخل ہوگیا تہی — اور انہیں کو امرا اور حکام کي حضور میں تقرب حاصل تہی اور وہي قاضي اور مفتي کے عہدوں کي خدمات انجام دیتے ہیں — اسلامي ممالک میں ان عمامہ پوش جاہلوں نے اپنے لیئے ایک ایسا قانون بنا رکہا ہی جس کا اُصول دو صدیوں سے اس وقت تک یہہ چلا آتا ہی کہ علم ایک معمولي خطاب ہوگیا جو جہال کو دیا جاتا ہی حتی کہ بعض اوقات محض اُمي بلکہ بچے بہي اُس سے محروم نہیں رہتے *

اور جس کو یہہ خطاب مرحمت ہوجاتا تہی وہ محض برسوں کے گذرنے یا صرف حکام کي عنایت کي بدولت علوم و معارف کے مراتب اور فضائل و کمالات کے مدارج میں ترقي کرتا چلا جاتا ہی خصوصا جبکہ وہ علما کے خاندان سے ہو — پس جبکہ وہ بچہ اور گہوارہ میں ہوتا ہی تو " اعلم علماے المتبحرین " کے نام سے پکارا جاتا تہی - جب اُس کا دودہ چہٹتا ہی تو وہ " افضل الفضلاء المدققین " کے لقب سے مخاطب کیا جاتا ہی — اور جب وہ سن تمیز کو پہونچتا ہی تو " اقضی قضاۃ المسلمین معدن الفضل والیقین رافع اعلام الشریعۃ والدین وارث علوم الانبیاء والمرسلین " کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہی — اور اسي طرح بلحاظ عمر کے اُس کے خطاب بہي بڑہتے جاتے ہیں حتی کہ آخرکار اُس کو " اعلم العلماء المتبحرین و افضل الفضلاء المتورعین معدن الفضل والیقین " کا عظیم الشان خطاب عطا ہوتا ہی *

کسي شخص کو یہہ خیال ہرگز ہونا چاہیئے کہ امراء اور حکام کي طرف سے ان عمامہ پوش جاہلوں کي اسقدر تعریف و توصیف اور مدح

موخلاف اور اُمرا اور احکام کے تسلط اور اقتدار میں انحلال و اختلال پیدا کرنے والا ھی — اِس کي تائید میں وہ ایسے دلائل بیان کرتے ھیں کہ اگر شاھي سطوت اور جبروت کا پاس نہوتا تو ان کي تردید میں کسي شخص کو بھي تامل نہ تھا *

سخت ترین مصیبت یہہ ھی کہ جس وقت بعض اجنبي سلطنتیں اُن کے طرز سیاست پر اعتراض کرتي ھیں تو وہ اِسي قسم کے اقوال سے حجت پکڑ کر ان کو جواب دیتے ھیں اور کہتے ھیں کہ مذھب اِسلام کے قواعد اصول مشاورت کے منافي ھیں وہ موجودہ نظام اور موجودہ تمدني ترقیات قبول نہیں کر سکتے — اپنے آپ کو وہ محض مجبور ظاھر کرتے ھیں کہ رعایا کے مذھب اور ان کے عام خیال کي رعایت ضروري ھی *

غرض کہ ان اقوال کي بدولت جہلا علماے کاملین کے منصب پر پہونچ گئے اور ان کے وسائل رزق غصب کر لیئے گئے جس کا نتیجہ یہہ ھوا کہ تحصیل علوم کي رغبت رفتہ رفتہ کمزور اور ھمت پست ھوگئي — اور عام مسلمان بقدر ضرورت علم حاصل کرنے پر جو حصول رزق کا ذریعہ ھوسکے اِکتفا کرنے لگے — اِسي طرح رفتہ رفتہ مذھب فاسد ھوگیا ' اھل علم کا نشان مٹ گیا ' مذھبي تربیت غارت ھوگئي اور آخرکار قوم پر وہ عام افسردگي اور اضمحلال طاري ھوا جس کے اسباب کي نسبت ھماري انجمن میں بحث ھو رھي ھی *

عالم کردي نے اِس کے جواب میں کہا کہ جو مرض بیان کیا گیا ھی صرف بعض اِسلامي گروھوں میں محدود ھی ' اِس لیئے میرے نزدیک وہ عام اِختلال کا سبب نہیں قرار دیا جا سکتا — میرے خیال میں عام سبب یہہ ھی کہ ھمارے علماء نے صرف دیني علوم پر اکتفا کی اور باقی علوم و فنون کو مثل ریاضیات اور طبعیات کے مہمل چھوڑ دیا — یہہ علوم و فنون اُس وقت کچھہ زیادہ مفید اور کارآمد نہ تھے مگر مسلمانوں میں سے اُن کے جاننے والے اُٹھہ گئے — اُن کي کتابیں برباد ھوگئیں — عام و خاص ان سے نفرت کرنے لگے اور اُن کے جاننے والوں اور سیکھنے والوں کو فاسق و فاجر ملحد اور زندیق کہنے لگے — حالانکہ

اُن کے دو ممبر قاضي اور مفتي بھي ہوتے ھیں جو اکثر اوقات ایسے احکام جاري کرتے ھیں جو شریعت کے بالکل منافي ہوتے ھیں — مثلاً سود اور محصول آب کاري اور غیر شرعي ٹیکس وغیرہ وغیرہ جن سے الگ رھنا علماء کو مناسب تھا - عیسائیوں کے مذھبي علماء ایسي مجلس میں حاضر نہیں ہوتے جہاں عیسائي مذھب کے برخلاف تمدني قوانین کي رو سے نکاح ہوتا یا طلاق دي جاتي ھی اور نہ وہ کسي ایسي دستاویز پر گواھي کرتے ھیں جس میں سود کي ادائیگي لازم ہوتي ھی - چہ جائیکہ وہ ایسے احکام اپنے دستخطوں سے جاري کریں جو عیسائیت کے منافي ہوں *

اِسي طرح جب عرفي محکمے قائم کیئے گئے تو یہہ عمامہ پوش وہاں بھي دخل در معقولات دینے سے باز نرھے اور عرفي محکمہ کے اعلی افسر قاضي صاحب قرار دیئے گئے جہاں وہ اپني دستخطوں سے سود کي ڈگریاں اور بجائے شرعي تعزیرات کے فوجداري سزاؤں اور جرمانوں کے احکام نافذ فرمانے لگے جو دین اِسلام کے بالکل منافي اور خدا کي مقرر کي ہوئي حدود کا سراسر ابطال ھی جن کي قرآن مجید میں تصریح کي گئي ھی - اِس کے علاوہ محض گمان اور قیاس پر یا شخص واحد اور فاسقوں اور فاجروں کي شہادت پر بندگانِ خدا کو سزا دینا، تمام عرفي احکام کو خواہ وہ حق ہوں یا باطل نافذ کرنا، تاوان اور جرمانوں کا وصول کرنا، قرضدین سے اِستیمپ فیس کي وصول یابي پر شرعي احکام کا نفاذ منحصر رکھنا، یہہ تمام باتیں ایسي ھیں جو عرفي محکموں کے لیئے لازمي ھیں *

اِن عمامہ پوش جاھلوں کي حرکات میں سب سے زیادہ نقصان رساں یہہ حرکت ھی کہ وہ ھمیشہ حکام کو اِس امر پر آمادہ کرتے رھتے ھیں کہ وہ اپنے ذاتي اِستقلال اور خود مختاري اور مطلق العناني پر اڑے رھیں اور موجودہ حالت کي حتی الوسع حفاظت کریں اگرچہ وہ مضر ھي ہو — اور جہاں تک ممکن ہو اصول مشاورت کي بیخ کني کریں اگرچہ وہ ایک ایسي سنت ھی جسکي خلفاے عظام نے اقتدا کي ھی — وہ ھمیشہ ان کے کانوں میں پھونکتے رھتے ھیں کہ تدبیر مملکت میں قوم کا شریک ہونا اور نکتہ چیني کے لیئے اُس کو آزادي عطا کرنا شرعي سیاست کے

اس کوتاهی کا الزام اگرچه علماء متقدمین کے ذمه بهي عائد هوتا هی مگر انصاف یهه هی که اس میں زیادہ تر قصور علماء متاخرین کا هی - کیونکه ان کے زمانه میں ان علوم کے فوائد پوري طرح ظاهر هوگئے مگر تو هم ان کے حاصل کرنے کي طرف توجه نه کي - بلکه هم دیکھتے هیں که وہ صرف فنون زباندانی اور فقه اور عقائد کي تکمیل کے لیئے کسیقدر منطق اور فرائض کي تکمیل کي غرض سے کسیقدر حساب پر اکتفا کرتے هیں جس سے بہت کم فائدہ حاصل هوسکتا هی *

اسي طرح هم اپنے واعظوں کو دیکھتے هیں که وہ نوافل اور مستحبات کي نسبت بحث کرتے اور یہودیوں سے لي هوئي حکایات کے بیان کرنے پر اکتفا کرتے هیں - یهي حال همارے صوفیوں اور اهل طریقت کا هی وہ صرف اپنے اپنے سلسله کے اقطاب اور ابدال اور اوتاد کي کرامات اور خرق عادات کے پیچھے پڑے هوئے هیں اور موسیقي اُصول کے ساتھه جھوم جھوم کر اُن کي داستانیں بیان کرتے هیں *

غرضکه علماء متقدمین اور متاخرین کي کوتاهي اور ان مفید علوم و فنون سے عام مسلمانوں کے الگ رهنے کا یهه نتیجه هوا که وہ تمام قوموں سے پیچھے رهگئے — اگر آئندہ پچاس سال تک یهي نفرت باقي رهي تو بلا شک و شبهه ان میں اور ان کے همسایوں میں اسقدر بعد هو جاویگا جسقدر که انسان اور ادني حیوانات میں هی — پس دنیا کي دائمي ترقي کا اُصول اس عام اختلال کا باعث هی جیساکه خداوند تعالی نے فرمایا هی " † قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون " *

کامل اسکندري نے اس کے جواب میں کہا که یهه بهي منجمله دیگر اسباب کے ایک سبب هی مگر یهه تنہا هماري مشکلات کے حل کرنے کے لیئے کافي نہیں هی — اس لیئے که علوم طبعیه اور فنون حکمیه کے مفقود هوجانے سے یهه لازم نہیں آتا که قوم کے افراد سے قومي احساس اور اعلی اخلاق بهي مفقود هو جاویں - کیونکه وہ بعض جاهل ترین اقوام میں بهي پائے جاتے هیں — بلکه هماري اخلاقي زندگي میں اختلال واقع هونے کا یهه سبب هی که همارے دلوں میں دیگر قوموں کے ساتھه همسري کرنے سے مایوسي هوگئي هی - کیونکه جسوقت هماري قوم نے علم اور ترقي

---

† کیا جاننے والے اور ان جان برابر هوسکتے هیں ؟ -

مغرب میں پہونچکر بھي علوم و فنون نشو و نما پانے اور رفتہ رفتہ ترقي کرنے لگے اور کئی صدیوں کے بعد اُن کے عظیم‌الشان ثمرات اور فوائد تمام مادي اور اخلاقي معاملات میں ظاہر ہوئے اور اب وہ مثل آفتاب کے ہوگئے ہیں جس کي روشنی کے بغیر زندگي نا ممکن ہی — اور مسلمانوں کو اپنے تمام معاملات کلیات اور جزئیات میں اُن کي سخت ضرورت اور احتیاج ہی — بچوں کي تربیت سے لیکر تدبیر ممالک تک اور زمین میں غلہ اُگانے سے لیکر آسمان سے پاني برسانے تک سرئي اور بھچک بنانے سے لیکر توپ اور بندوق بنانے اور بھاپ اور بجلي سے کام لینے تک تمام باتیں انہیں علوم و فنون پر منحصر ہیں *

اس میں شک نہیں کہ مسلمان ان جدید انکشافات کے بعد طبعي علوم سے بہت بڑے فوائد حاصل کرنے لگے ہیں یعني ان کے ذریعہ سے کتاب اللہ کے بعض ایسے رموز و اسرار حل ہوگئے ہیں جو اس وقت تک مخفي تھے اور جن کي تفسیر اور تاویل میں مفسرین سخت ٹھوکریں کھاتے رہے ہیں *

بلکہ مسلمان فلسفہ عقلیہ کے سخت محتاج ہوگئے ہیں جس کي بدولت مغربي علماء ہمارے دین کے بنیادي اصول سے ہماري نسبت زیادہ تر واقفیت رکھتے ہیں مثلاً وہ قیاس سے اس امر پر استدلال کرتے ہیں کہ ہمارے پیغمبر علیہ‌السلام عقل و اخلاق کے لحاظ سے دنیا بھر میں سب سے افضل تھے اور مثلاً وہ دیگر مذاہب سے مقابلہ کرکے حکم لگاتے ہیں کہ اسلام بلحاظ حکمت کے اعلی ترین مذہب ہی *

میرا خیال ہی کہ اگر یہہ کوتاهي نہوتي تو موجودہ اختلال بھي طاری نہوتا — مجھکو خدا کي عنایت سے اُمید ہی کہ کچھہ عرصہ کے بعد جس کي تحدید نہیں ہوسکتي ہماري قوم ان مفید اور کارآمد علوم و فنون کي طرف متوجہ ہوگي اور اپنے گذشتہ عروج اور ناموري کو دوبارہ حاصل کریگي — اور مسلمان اپنے مذہب کو ترقي یافتہ دنیا میں لیجائینگے — کیونکہ علوم و فنون کا نور عقلا کو جس قدر عیسائیت سے دور پھینکتا ہی اُسي قدر اسلام سے قریب کرتا جاتا ہی — اس کي یہہ وجہ ہی کہ خرافاتي مذہب اور روشن عقل دونوں ایک دماغ میں جمع نہیں ہوسکتے *

اور جسمیں کسی وقت اختلاف اور تناقض واقع نہو - نہ قوم میں ایسی با قاعدہ انجمنیں ھیں جو قومی بہبودی کے لیئے اپنی کوششیں مسلسل جاری رکھیں *

فقیہ افغانی نے اس کے جواب میں کہا کہ ایسے امرا اور حکما جن کی تعریف کی گئی ھی پست اور ادنی درجہ کی قوموں میں اتفاقی طور پر شاذ و نادر پیدا ہوجاتے ھیں — عام رائے اور باقاعدہ انجمنیں صرف قومی شعور کے مفقود ہوجانے سے مفقود ہوتی ھیں اور اسی کی نسبت ہم بحث کر رہے ھیں — میرے نزدیک اس عام بیماری کا اصلی سبب فقر و افلاس ھی جو تمام قوم پر چھایا ہوا ھی — کیونکہ افلاس تمام برائیوں اور نحوستوں کا اصل اُصول ھی : - اُسی کی وجہ سے ہمارے اخلاق فاسد ہوگئے ھیں ' اُسی کی بدولت ہماری آرا میں تفرقہ اور اختلاف پیدا ہوا ھی ' ہماری دینی تفرق بھی اُسی کا نتیجہ ھی ' اُسی سے ہمارا ا، اس بلکہ ہماری تمام چیزیں مفقود ہوگئی ھیں — ہم بلحاظ فطرت کے دوسروں سے کچھہ کم نہیں ' ہماری تعداد بھی بہت ھی ' ہمارے ممالک بھی ایک دوسرے کے ساتھہ متصل ھیں — ہماری زمینیں سر سبز اور زر خیز اور معاون دولت و ثروت سے لبریز ھیں - ہماری شریعت سیدھی اور سچی ھی اور ہم زندہ قوموں سے صرف مالی قوت میں کم ھیں جو علوم و فنون کے سوا کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل نہیں ہوسکتی اور نیز یہہ علوم و فنون سوائے دولت کثیر کے اور کسی طرح حاصل نہیں ہوسکتے بس ہم اُس حیرت انگیز اشکال میں مبتلا ھیں جو اہل منطق کی اصطلاح میں " دور " کہلاتا ھی — کاش اس دور کے توڑنے کی جو ہم کو محیط ھی خدا توفیق دے ورنہ صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہونے میں کیا شک ہوسکتا ھی *

قوم کے افلاس کا ایک اہم سبب یہہ ھی کہ ہماری شریعت اس بات کا حکم دیتی ھی کہ دولتمندوں کے مال میں غریبوں اور محتاجوں کا بھی ایک مقررہ حق ھی جو امیروں سے وصول کیا جاتا اور فقیروں میں تقسیم ہونا چاھیئے — مگر بد قسمتی سے ہماری اسلامی حکومتوں نے اس قضیہ کو بالکل اُولٹ دیا ھی — وہ فقیروں اور مسکینوں سے روپیہ وصول کرتی اور دولتمندوں کو دیتی ھیں *

یافتہ تھی اُس وقت تمام قومیں ہماري نسبت پست حالت میں تھیں - ہم اپنے علم و فضل اور ترقي اور برتري پر مغرور ہوکر اطمینان کے ساتھہ سوگئے — مگر وہ رفتہ رفتہ کوشش کرکے ہم سے آ ملیں ، ہم بدستور سوتے رہے وہ ہم سے آگے بڑھ گئیں اور ہم کو پیچھے چھوڑ گئیں - ہم پھر بھي غافل سوتے رہے - بس اس وقت ہمارے ان کے درمیان اسقدر بعدالمشرقین ہی جس کو دیکھکر ہم خود اپني آنکھوں میں حقیر اور ذلیل ہوگئے ، ہماري ہمتیں پست اور ہمارے احساس کمزور ہوگئے ، اس لیئے ہم کو ان کے ساتھہ مقابلہ کرنے سے مایوسي ہوئي - بس ہم اس مقابلہ کے میدان سے الگ ہٹ گئے اور قرآن مجید کي یہہ آیت ہماري زبان پر بھي "† سواء علینا اجزعنا ام صبرنا ما لنا من محیص " اس کے بعد ہم اپني آیندہ تقدیر خدا کو سونپ کر بدستور خواب غفلت میں مصروف ہوگئے - اب ہم اپني کامیابي صرف تمنا اور دعا کے ذریعہ سے چاہتے ہیں اور اس امر سے غافل ہیں کہ خداوند تعالی نے دنیا کے تمام حالات کو ظاہري اسباب پر منحصر فرمایا هی — بس یہي نا اُمیدي ہمارے موجودہ اختلال کا سبب هی *

عارف داداري نے اس کا جواب دیا کہ یہہ صرف ایک خاص حالت کي شکایت هی جو جواب کے لیئے کافي نہیں ہوسکتي — کیونکہ ہم پوچھتے ہیں کہ اس خواب غفلت کا کیا سبب هی اور وہ کیوں صرف مسلمانوں پر طاري ہوئي هی اور دیگر قوموں پر نہیں ہوئي جنہوں نے پست حالت سے اعلی حالت تک ترقي کي هی — مسلمان مثل اہل چین کے ان سے بہت دور اور بالکل الگ تھلگ نہ تھے اور نہ وہ امریکہ کے اصلي باشندوں سے زیادہ وحشي اور جاہل تھے *

میرے نزدیک اصلي سبب یہہ هی کہ ہماري قوم سے اولوالعزم سردار اور دردمند لیڈر مفقود ہوگئے ہیں — نہ کوئي ایسا حاکم موجود هی جو قوم کو ٹوٹھا و کرھا سیدھے رستہ پر لاوے اور نہ کوئي صاحب اثر حکیم هی جس کي پیروي کرنے میں حکام اور عوام‌الناس کو عار نہو - نہ ہماري قوم میں متحد المقصد تربیت هی جس سے ایک عام راے پیدا ہوسکے

---

† اب خواہ بے صبري کریں یا صبر کریں ہمارے لیئے دونوں حالتیں برابر ہیں ہم کو کسي طرح چھٹکارا نہیں —

مجھکو خیال ہوتا ہی کہ اس عام اختلال کا سبب جسنے ہمکو اور ہمارے مذہب کو نقصان پہونچایا ہی یہہ ہی کہ ہماری قوم میں عام اجتماعات مفقود ہوگئے ہیں اور ان اخیر صدیوں میں مسلمان شارع کی اُس حکمت کو فراموش کرچکے ہیں جو نماز جماعت اور جمعہ اور عام اجتماع حج سے مقصود تھی - ہمارے خطیبوں اور واعظوں نے حکام کے خوف سے قومی معاملات میں دخل دینا ترک کردیا ہی اور اپنی اس بزدلی پر پردہ ڈالنے کی غرض سے یہہ فرماتے ہیں کہ عام معاملات کی نسبت گفتگو کرنا ایک فضول اور لایعنی کام ہی اور اکثر اوقات اُس کو غیبت تجسس اور فتنہ پردازی خیال کرتے ہیں - یہہ وبا علما سے سرایت کرکے تمام افراد قوم میں پھیل گئی اور ہر شخص اپنی ذات اور اپنی زندگی کی حفاظت میں مصروف ہو رہا ہی — ایسا معلوم ہوتا ہی کہ ہر شخص بذات خود ایک قوم ہی - اسیطرح رفتہ رفتہ ہر مسلمان ان حقوق سے جاہل ہوگیا جو اسلام اور نوع انسان کے اُس کے ذمہ ہیں اور اس امر سے غافل ہوگیا کہ وہ مدنی الطبع ہی اور بغیر دائمی شوکت کے اُس کا زندہ رہنا نا ممکن ہی اور قرآن مجید اور حدیث نبوی کے احکام کو پس پشت ڈال دیا (مرحوم) *

اس کے بعد چونکہ اسی حالت پر صدیاں گذر گئیں اور بہت سی نسلیں فنا ہوگئیں اس لیئے قومیت کا احساس رفتہ رفتہ مضمحل ہوکر بالکل مفقود ہوگیا اور اب یہہ نوبت پہونچ گئی کہ اگر نعوذ باللہ خانہ کعبہ منہدم کردیا جاے تو کسی مسلمان کی پیشانی پر ایک لحظہ سے زیادہ شکن باقی نہ رہے — میں یہہ نہیں کہتا کہ ایک ہفتہ سے زیادہ لوگوں کا جوش و خروش باقی نہ ہی (جیسا کہ بعض اخبار میں وارد ہوا ہی) کیونکہ اس سے اُس زمانہ کے لوگ مراد ہیں *

اگر موجودہ زمانہ کی زندہ قوموں کی حالت پر کسیقدر غور کے ساتھہ نظر کی جاتی ہی جن کے پاس عام جلسوں اور مجمعوں کے منعقد کرنے کے لیئے ایسے مقدس وسائل موجود نہیں ہیں جبسیکہ ہمارے پاس ہیں تو معلوم ہوتا ہی کہ اُنھوں نے اس مقصد کے لیئے بہت سے وسائل مہیا کر رکھے ہیں جن سے عام جلسوں کے منعقد ہونے اور قوم کے

سعید انگلستانی نے اس کے جواب میں کہا کہ مسلمان بحیثیت مجموعی دولتمند ہیں - علوم و فنون میں بتدریج ترقی کرنے اور بحری اور بری سیاحتوں کے لیئے جس قدر روپیہ کی ضرورت ہی اُس کے جمع کرنے میں وہ کسی غیر قوم کے محتاج نہیں ہوسکتے — کیونکہ زکاۃ جو صاحب نصاب لوگوں پر فرض ہی اور دیگر مالی کفارات کی صورت میں دولتمندوں کے مال میں قوم کے فقیروں اور قومی کاموں کے لیئے ایک معقول حصہ مقرر ہی — پس اگر مسلمان حقیقتاً مسلمان بن کر زندگی بسر کریں تو ان کو فقر و فاقہ کا ہرگز خوف نہیں ہوسکتا اور وہ ایسے عام مشترک اور منتظم اصول پر زندگی بسر کرسکتے ہیں جسکی تمنا یورپ کی مہذب اور شائستہ قومیں ایک عرصہ سے کر رہی ہیں اور اب تک ان کو اپنی اس آرزو میں کامیاب ہونے کا کوئی مناسب طریقہ معلوم نہیں ہوا - حالانکہ اس مقصد کے حاصل کرنے کی غرض سے اُن کی بہت سی جماعتیں اور انجمنیں کوشش کر رہی ہیں جن کے ممبروں کی تعداد لاکھوں اور ملینوں تک پہونچی ہوئی ہی اور جن کے نام " کامن " " ویلتھ " " نہلسٹ " اور " سوشیلسٹ " ہیں — اس قسم کی تمام جماعتیں حقوق اور حالت معیشت میں مساوات یا قریبا مساوات کی خواستگار ہیں — مگر یہہ مساوات یا قریباً مساوات کی بنیاد مذہب اسلام میں بذریعہ زکاۃ ، صدقات ، خیرات اور کفارات کے مذہبی طور پر مستحکم کی گئی ہی - لیکن جسطرح زکاۃ اور کفارات کا معطل کردینا اُس عام اختلال میں موثر ہی جس کے اسباب کی نسبت ہماری انجمن میں بحث ہو رہی ہی اسی طرح زکاۃ کے ترک کردینے سے اُس کے وہ عظیم الشان ثمرات بھی فوت ہوگئے ہیں جو شارع کو مقصود تھے — اس لیئے کہ زکاۃ کی بدولت ہر ایک مسلمان کو اپنی دولت کا ہر سال اندازہ ہوجاتا ہی اور وہ اپنے اخراجات اپنی ثروت اور آمدنی کے مطابق کرتا ہی — بلاشبہہ صرف اس مقصد کے حاصل ہونے کی غرض سے اگر اپنے مال کا چالیسواں حصہ خرچ کیا جاوے تو کسیطرح نامناسب نہیں ہی — اسلامی شریعت سب سے پہلی شریعت ہی جس نے عام لوگوں اور گورنمنٹوں کو بحث اصول کی طرف رہنمائی کی جس پر پرائیویٹ اور پولیٹکل اکونمی کا انحصار ہی *

(۷) آثار قدیمہ کي حفاظت کرنا اور دنیا کي نفیس اور نادرالوجود چیزیں فراہم کرنا جن سے فخر و مباہات کا خیال پیدا ہوتا ھی *

(۸) قدیم زمانہ کے اھم واقعات کي تمثیلیں قایم کرنا تاکہ ان کي یادگار دلوں میں ھر وقت تازہ رھے *

(۹) روزانہ اخباروں میں ھر قسم کے واقعات کا شائع کرنا تاکہ افراد قوم کے خیالات میں وسعت پیدا ھو *

(۱۰) گیتوں اور غزلوں میں حکمت و نصیحت اور غیرت و حمیت کي باتیں درج کرنا — تاکہ قوم کي اجتماعي زندگي کي نشو و نما ھو اور افراد قوم کے دلوں میں غیرت اور حمیت اور نشاط اور اُمنگ پیدا ھو *

مگر مسلمانوں نے جیسا کہ ھم اوپر بیان کرچکے ھیں اُن تمام مقدس وسائل کا اِستعمال کرنا ترک کردیا ھی جو باھمي مشورت اور ایک دوسرے کي خیر خواھي اور باھمي میل جول کي غرض سے شریعت نے قایم کیئے ھیں — ان وسائل سے میري مراد نماز جماعت اور جمع اور حج سے ھی - ایک عرصہ سے مسلمانوں میں یہہ خیال پیدا ھوگیا ھی کہ ان ارکان سے شارع کا مقصود سوائے سیدھي سادي عبادت کے اور کچھہ نہیں ھی حالانکہ شارع کي حکمت اس سے زیادہتر بلیغ ھی - میرے نزدیک مسلمانوں کے عام اختلال کا بڑا سبب یہي ھی (مرحلي) *

امام چیني نے اس کے جواب میں کہا کہ یہہ مستقل سبب نہیں ھوسکتا بلکہ وہ عوارض سے زیادہ تر مشابہہ معلوم ھوتا ھی *

میرے نزدیک اس اختلال کا بڑا سبب یہہ ھی کہ ھمارے اُمرا اور حکام متکبر اور مغرور ھونے کے علاوہ خوشامدي اور منافق علما کي طرف میلان رکھتے ھیں جو ان کے سامنے گردن جھکاتے اور ان کي خوشامد کرنے اور ان کي خواھشات کے مطابق بنانے کي غرض سے مذھبي احکام میں تحریف کرتے ھیں - ایسے علماء سے بہتري کي کیا اُمید ھوسکتي ھی جو دین کو برباد کرکے دنیا حاصل کرتے ھیں اور اُمرا کي دست بوسي صرف

کانوں میں آواز پہونچانے اور ان کی توجہ بعض ضروری امور کی طرف مائل کرنے میں بہت آسانی ہوتی ھی :—

(۱) ان کے یہاں ھفتہ میں ایک دن بیکاری اور فارغ البالی کے لیئے مخصوص ھی — تاکہ لوگ اپنے پرائیویٹ مشغلوں سے بیفکر ھوکر مختلف جلسوں میں جمع ھوں اور مبادلہ خیالات سے فائدہ اُٹھاویں *

(۲) خاص خاص دن اُنھوں نے اس مقصد کے لیئے مخصوص کر رکھے ھیں کہ قوم کے گذشتہ مشاہیر کے کار نامے بیان کیئے جائیں تاکہ نئی نسل کے نوجوانوں کو ان کی اقتدا کرنے اور شہرت اور نام آوری کے بلند مدارج پر پہونچنے کی ترغیب ھو *

(۳) اپنے شہروں اور قصبوں میں پبلک عمارتیں تعمیر کرنا تاکہ جلسوں کے جمع ھونے اور لکچر دینے اور اپنی فیلنگس کو ظاھر کرنے میں آسانی ھو *

(۴) پبلک سیر گاھیں قائم کرنا تاکہ معمولی اور تفریحی جلسے اور تہواروں کے موقعوں پر مجتمع ھوسکیں *

(۵) لوگوں کو عبرت خیز سین دکھلانے اور ان کے کانوں میں نصیحت اور حکمت کی باتیں ڈالنے کی غرض سے تھیٹر قایم کرنا — اگرچہ ان میں بعض باتیں بیحیائی کی بھی ھوتی ھیں مگر وہ صرف عوام الناس کو اس طرف مائل کرنے کی غرض رکھی گئی ھیں — ان کا خیال یہہ ھی کہ تھیٹر میں بحیثیت مجموعی نقصان کی نسبت فائدے زیادہ ھیں *

(۶) وہ اپنی قومی تواریخ کی اشاعت و اذاعت میں جو نہایت شرح و بسط کے ساتھہ فلسفی ڈھنگ پر لکھی گئی ھو غایت درجہ کی کوشش کرتے ھیں — تاکہ افراد میں قومی حمیت کی فیلنگ زیادہ تر مستحکم ھو *

بغیر شرعي طور پر امامت کا انعقاد نہیں ہوسکتا - بہہ قوم میں اعلی طبقہ کے خاص اور ممتاز لوگ ہوتے ہیں جن کے ساتھہ معاملات میں مشورہ کرنے کا خدا نے اپنے پیغمبر کو حکم فرمایا ھی اور جن کو ازروے شریعت کے امام اور اُس کے عمال و حکام کي نگراني اور ان سے مطالبہ اور مواخذہ کرنے حق حاصل ہوتا ھی- کیونکہ وہ قوم کے سردھرے اور عام مسلمانوں کے قایمقام (ریپریزنٹیٹو) ہیں - اسلامي حکومت میں اُن کا مرتبہ مثل ان لوگوں کے ہوتا ھی جو پارلیمنٹري گورنمنٹوں میں ہوس آف کامنس اور ہوس آف لارڈس کے ممبر ہوتے ہیں - یا شخصي حکومتوں میں جو مرتبہ شاہي خاندان کے ممبروں کا ہوتا ھی کیونکہ ان کو شاہي احکام کي نگراني کا حق حاصل ہوتا ھی - یا جو مرتبہ امراے قبائل عرب کے مقابلہ میں شیوخ کو حاصل ہوتا ھی کیونکہ امراے قبائل کو صرف انہیں تجاویز کے نفاذ کرنے کا اختیار ھی جن کو شیوخ بالاتفاق قرار دیتے ہیں *

اگر عہد رسالت سے اس وقت تک اسلامي حکومتوں کے مختلف دوروں کي تاریخ کو بنظر غائر مطالعہ کیا جاتا ھی تو معلوم ہوتا ھی کہ ان کي ترقي اور ان کا انحطاط " اہل حل و عقد " کے اقتدار کي قوت و ضعف اور عام معاملات میں ان کي شرکت کے ساتھہ وابستہ ھی *

جبکہ ہم اسلامی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا ھی کہ آنحضرت صلےاللہ علیہ و سلم بہ تعمیل حکم الهي (وشاورهم في الامر) سب سے زیادہ مشورہ کي اطاعت کرنے والے تھے حتی کہ آپنے امر خلافت کو بھي جو نہایت اہم معاملہ تھا صرف امت کي راے پر چھوڑ دیا — اس کے بعد خلیفہ اول (رضي اللہ عنہ) نے اپنا جانشین مقرر کرنے میں اکابر صحابہ کي راے لي اور اس کے بعد خلیفہ ثاني (رضي اللہ عنہ) نے خلیفہ اول کا اتباع کیا اور اپنا جانشین انتخاب کرنے کے لیئے ایک مجلس شوری ترتیب دي اور جب خلیفہ ثالث (رضي اللہ عنہ) نے بعض اہم معاملات میں اکابر صحابہ کي مخالفت کي تو ان کي خلافت میں تزلزل واقع ہوا اور فتنے و فساد برپا ہوئے جو تاریخ میں مذکور ہیں- اس کے بعد چونکہ امیر معاویہ میں خود راے نہ تھي اس لیئے ان کا عہد حکومت بہ نسبت کسي قدر سابق کے اچھا رہا — اسیطرح

اس لیئے کرتے ھیں کہ عوام‌الناس ان کي دست بوسي کریں اور حکام کے حضور میں صرف اسوجہ سے ذلت اور حقارت قبول کرتے ھیں کہ ھزاروں عوام کا لانعام میں ان کي عزت اور عظمت زیادہ ھو - اُن کا خاص مشغلہ باھمي بغض و حسد ھی — کسي کام کو خوبي کے ساتھہ انجام دینے کي ان میں قابلیت نہیں ھی حتی کہ ان کي خصومت کا انجام بھي سواے ایک دوسرے کي تکفیر کے اور کچھہ نہیں ھوتا *

یہہ ایک نہایت سخت اور لا علاج مرض ھی — کیونکہ اُمرا اور حکام کا تکبر ان کو حقیقي علماء کي طرف رغبت کرنے سے روکتا ھی جن میں فی‌الجملہ ایک قسم کي سختي ھوتي ھی اور اُس کا ھونا نہایت ضروري ھی کیونکہ اگر یہہ نہ ھو تو دین بالکل معدوم ھوجاے (مرحلی) *

پس بلا شک و شبہہ اس زمانہ میں سب سے افضل جہاد یہہ ھی کہ عام مسلمانوں کي نظروں سے علماے منافقین کي عزت اور وقعت گھٹانے کي حتی‌الوسع کوشش کي جاے اور اُن کو حقیقي علماے اسلام کي عظمت ووقعت کرنے کي ترغیب دي جاے - کیونکہ جسوقت حکام کو معلوم ھوگا بالعموم مسلمان ان کي وقعت کرتے ھیں تو وہ بھي طوعاً و کرھاً ان کي وقعت و اطاعت کرنے پر مجبور ھونگے — ھماري قوم کے حکماء کا فرض ھی کہ وہ اسلام کے حقیقي علماء کے خیالات کو وسیع اور ان کي عقلوں کو زیادہ تر روشن کرنے کے لیئے نرم وسائل استعمال میں لائیں — کیونکہ علم صرف جہالت کا رفع کرنے والا ھی اور عقل و دانائي کے لیئے کچھہ زیادہ مفید نہیں ھی- پس لا محالہ ان کو اس امر کي تعلیم دینا نہایت ضروري ھی کہ مذھبي‌سیاست کو کس طرح عمل میں لانا چاھیئے- ھمارے چیني مسلمانوں میں حکماء نے بھي طریقہ اختیار کر رکھا ھی - ھمارے ملک میں کوئي شھر ایسے دانشمند حکماء سے خالي نہیں ھی جو عام مسلمانوں سے ممتاز نہ ھوں اور جن کو علماء بھي ایک حد تک لیڈر نہ تسلیم کرتے ھوں *

جو لوگ ھمارے ملک میں حکما کے لقب سے موسوم ھوتے ھیں ان کا نام اسلام کی اصطلاح میں "اھل حل و عقد" ھی جن کي بیعت کے

عالم نجدی نے اس کے جواب میں کہا کہ " چین کی سیاسی حالتیں دیگر ممالک کی سیاسی حالتوں سے بہت کچھہ مختلف هیں - چین میں ایسے بادشاہ اور جابر حکام نہیں هیں جیسے کہ دیگر ممالک میں هیں — پس اس لئے چین میں حکماء هر قسم کے خطرات سے محفوظ اور مطمئن هیں - اس کے علاوہ چین میں اس وقت تک اسلام اپنی پرانی حالت پر باقی هی نہ اُس میں تمدن پیدا هوا هی اور نہ اُس میں سختیاں اور دشواریاں اضافہ کی گئی هیں — مگر تاهم اس عام اختلال کے دائرہ سے وہ بھی خارج نہیں هی - اب هم اس مرض کے اصلی سبب کی نسبت بحث کرتے هیں - واضح هو کہ قوم کے علما یا حکام کے موجودہ حالات اس عام اختلال کے مستقل سبب نہیں قرار دیئے جاسکتے " *

اس کے بعد انہوں نے کہا کہ " میں خیال یا گمان نہیں کرتا بلکہ میں یقین کرتا هوں کہ اس عام اختلال کا سبب جو تمام اسلامی گروهوں پر طاری هی خود بھی موجودہ مذهب هی - اس سے بڑھکر اور کیا دلیل هوسکتی هی کہ ان میں باهم تلازم هی — یہہ بات اسقدر بدیہی اور ظاهر هی جس میں شدت ظہور کی وجہ سے خفا پیدا هوگیا هی — پس اِن مباحث اور تقریروں کے بعد جو گذشتہ اجلاسوں میں هوچکی هیں اور جن میں محقق مدنی کی تقریر بالخصوص نہایت مفصل اور مدلل هی اس امر کے تسلیم کرنے میں کوئی شک باقی رہ سکتا هی کہ همارا موجودہ مذهب همارے اقرار اور اقوال کے اعتبار سے نہیں بلکہ همارے تدین اور اعمال کے اعتبار سے هرگز وہ مذهب نہیں هی جس کی بدولت همارے اسلاف نے صدیوں تک دنیا پر حکومت کی هی — بلکہ اُس میں رفتہ رفتہ ایسے تغیرات پیدا هوگئے هیں جنہوں نے اُس کے نظام کو مختل کردیا هی *

اور وہ یہہ هی کہ اسلاف کے بعد ان کے اخلاف نے مذهب کے بہت سے احکام کی تعمیل کرنا ترک کردیا تھا مثلاً مذهب کی حمایت کے لیئے علم اور دولت کا مہیا کرنا ' نیکی کا حکم دینا ' بدی سے روکنا ' حدود کا قایم کرنا ' زکاۃ کا دینا وغیرہ جس کی توضیح میرے اکثر دوست کرچکے هیں — اور متاخرین نے بہت سی بدعتیں اور خرافات اسمیں اضافہ کیئیں

دولت امویہ جس وقت تک " اهل حل و عقد " کے تسلط اور اقتدار کے تحت میں رهي جس میں زیادہ تر اکابر بني امیہ شامل تھے اُس وقت تک اُس کا ستارہ رفعت اور تدبر کے آسمان پر چمکتا رها — یہي حال دولت عباسیہ کا تھا جب تک کہ رؤساء بني هاشم کي نگراني میں رهي — مگر جبکہ خلیفوں اور حاکموں نے خود رائي اور مطلق العناني پر کمر باندهي اور خداوندي احکام اور پیغمبرؐ کي سنت کي مخالفت کرنے لگے تو حکومت اور سلطنت ان کے هاتھوں سے جاتي رهي اور تباهي اور بربادي پر اُنکا خاتمہ هوا *

اسیطرح جبکہ گذشتہ یا موجودہ اسلامي سلطنتوں کي شاخوں میں سے کسي شاخ پر نظر کي جاتي هی بلکہ جب بادشاهوں اور حاکموں میں سے کسي حاکم یا بادشاہ کي لایف پر غور کیا جاتا هی یا اگر کسي سر گروہ خاندان بلکہ کسي انسان کي حالت کا مطالعہ کیا جاتا هی تو صاف معلوم هوتا هی کہ آبادي اور بربادي مشورت اور خود رائي کے اصول کے ساتھہ وابستہ هی *

پس جبکہ یہہ امر ثابت هوچکا هی تو هم معلوم کرسکتے هیں کہ اُس عام اختلال کا سبب جس کي نسبت بحث هو رهي هی یہي هی کہ همارے حکام میں خود رائي اور مطلق العناني سر کشي اور نا فرماني کے درجہ کو پهونچ گئي هی اور قوم کے " اهل حل و عقد " نے اپني جہالت اور ناداني یا بزدلي اور نا مردي کے باعث سے احتساب اور نگراني کا فرض ادا کرنا چهوڑ دیا هی - یہہ مسلمانوں کي صرف بعض قوموں کي حالت هی - اور اکثر مسلمانوں کي یہہ نوبت پهونچ گئي هی کہ نہ ان میں کوئي عالم اور نہ هادي هی اور نہ ایسا کوئي دلسوز اور غیرتمند لیڈر موجود هی - بلکہ ان کے دیني اور دنیوي معاملات میں سخت پراگندگي اور انتشار واقع هو رها هی — جس بد نصیب قوم کي یہہ نوبت پهونچ گئي هو اُس کے لیئے شاید هي کوئي دوا کار گر هوسکتي هی - اگر ممکن هی تو کسیقدر حکماء کي توجہ سے ممکن هی جو قوم کے هر ایک طبقہ میں ممتاز هیں اور خدا کي ایک سنت اُس کي مخلوقات میں یہہ هی کہ کوئي قوم کسي وقت بهي حکما سے خالي نہیں هوسکتي *

درمیان ایک ایسا عام قانون جاری کرنے کے لیئے مجبور ھی جو اُن قوموں کے قوانین سے فی الجملہ موافقت اور مناسبت رکھتا ھو جن سے اُس کو ھمسایگی یا تجارتی تعلق یا پولیٹکل ارتباط ھو — کیونکہ اگر ایسا نہوگا تو وہ قوم وحشی اور اکھڑ سمجھی جائیگی اور دیگر قومیں اُس سے نفرت کرینگی اور وہ ھمیشہ تکلیف اور مصیبت میں رھیگی اور حقارت کی نظر سے دیکھی جائینگی *

اِس کی وجہ یہہ ھی کہ انسان کا طبعی قانون سراسر وحشیانہ ھی جس میں کسی قسم کی بھلائی اور نیکی نہیں ھی — کیونکہ اُسکی بنیاد زندگی کی کشمکش ، حفظ نوع ، زیادہ سہل پر مزاحمت کرنے ، قرت پر بھروسہ کرنے ، حب جاہ ، حب ریاست ، دولت جمع کرنے کی حرص ، وقت اور موقع کی مطابقت اور ایک حالت پر قایم رھنے پر ھی — اور یہہ تمام باتیں اصول شر اور موجبات ضرر ھیں — ان میں صرف وھی مقدس قانون اعتدال پیدا کرسکتا ھی جو انسان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ھی اور وہ فطری الہام کے ذریعہ سے ایک زبردست قوت کا یقین کرتا ھی جس نے نفس انسانی میں راست روی کا الہام کیا ھی *

اس میں شک نہیں کہ انسان کی اس دینی فطرت کو اُس کی زندگی کے حالات اور معاملات سے بہت بڑا تعلق اور ارتباط ھی — کیونکہ یہہ ایک نہایت زبردست اور اعلی درجہ کا محافظ اور نگراں ھی جو انسان کے تمام طبعی قوانین میں جو نقصان رساں ھیں اعتدال پیدا کرتا اور زندگی کی تلخیوں اور رنج و الم کو جن سے کوئی فرد بشر محفوظ و مامون نہیں رھسکتا ھلکا کرتا ھی — کیونکہ وہ ھر ایک ایمان والے کو حشر و نشر اور جزا و سزا کا اُمیدوار بناتا ھی *

جبکہ تمام مذھبوں اور ملتوں کی حالت کو بنظر غائر مطالعہ کیا جاتا ھی اور تاریخی طور پر تحقیق و تدقیق کی جاتی ھی تو معلوم ھوتا ھی کہ تمام مذاھب کی اصل در حقیقت صحیح اور آسمانی ھی جس میں کسی قسم کی کجی اور گمراھی نہیں ھی — اور نیز معلوم ھوتا ھی کہ ھر ایک مذھب ابتداء اپنے پیرؤوں کو ترتیب و انتظام کی طرف رھنمائی کرنے والا اور ان کے دلوں میں نشاط اور اُمنگ کی روح پھونکنے والا اور

جنکو اسلام سے کوئي تعلق نہیں ھی — مثلاً عبادت قبور ، علم غیب اور قضا و قدر میں تصرف کے دعووں کو تسلیم کرنا *

اس قسم کي حالتیں جو مذھب اسلام پر طاري ھوئي ھیں خواہ وہ تغیرات ھوں اور خواہ متروکات یا اضافات ھیں مگر زیادہ تر اصول مذھب سے تعلق رکھتي ھیں اور بعض کو مذھب کے اصل اصول یعني توحید کے ساتھہ تعلق ھی — یہہ باتیں ایسي ھیں جو اس عام اختلال کا سبب قرار دي جاسکتي ھیں — خداوند تعالی نے فرمایا ھی " ان اللہ لایغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم " (مرحوم) *

ایک معترض کہہ سکتا ھی کہ اگر یہہ امر تسلیم بھي کرلیا جاوے کہ مذھب میں بہ نسبت حالت سابقہ کے تغیر واقع ھوا ھی تو اس تغیر کي تاثیر اُس عام اختلال میں کیا ھوسکتي ھی جو دنیوي زندگي سے تعلق رکھتا ھی — ھم دنیا کي اکثر زندہ قوموں کي حالت جن کي ترقي اور برتري پر ھمکو رشک آتا ھی اپني آنکھوں سے دیکھہ رھے ھیں — ان کے مذھبي اصول و فروع میں بہت کچھہ تغیر تبدل واقع ھوا ھی مگر اس تغیر تبدل سے ان پر وہ عام اختلال طاري نہیں ھوا ھی جو بد قسمتي سے مسلمانوں پر طاري ھی — بلکہ ان قوموں کے اکثر حکماء کا خیال یہہ ھی کہ ان کي ترقي کا آغاز اُسي وقت سے ھوا ھی جب کہ انھوں نے مذھبي امور کو دنیوي امور سے بالکل علحدہ کردیا ھی — اور مذھب کو ایک ایسي چیز تسلیم کیا ھی جس کو صرف نفس سے تعلق ھی اور زندگي کے حالات اور معاملات سے جو قوانین فطرت کے مطابق جاري ھیں اُس کو کسي قسم کا کوئي تعلق نہیں *

جواب اِس اِعتراض کا یہہ ھی کہ جسطرح ھرایک اِنسان اِس امر کا خواستگار ھی کہ اُس کو اپنے تمام اخلاق و آداب اور اعمال و افعال میں ایک ایسے قانون کا اتباع کرنا چاھیئے جو اُس سوسائیٹي کے قانون سے جس کا وہ رکن ھی مطابق ھو اگرچہ یہہ مطابقت صرف اصولاً ھو — کیونکہ اگر ایسا نہوگا تو وہ ایک محض بے اُصول شخص سمجھا جائیگا سوسائیٹي کے ممبر اُس سے نفرت کرینگے اور وہ ھمیشہ تکلیف اور مصیبت میں رھیگا اور حقارت کي نظر سے دیکھا جائیگا — اسي طرح ھرایک قوم اپنے

اس سے میري مراد وہ تحریف و تاویل هی جو اسلام کے بعض اُصول اور اکثر فروع میں کي گئي هی اور اُس میں تشدد هوگیا اور اُس میں شرک خفي و جلي داخل هوگیا هی - ان وجوہ سے اسلام میں تجدد کي ضرورت داعي هوئي هی تاکہ هدایت اور گمراهي صاف صاف ظاهر هوجاوے — میرے نزدیک یهہ حالت اس اختلال کا سب سے بڑا سبب هی جس کي نسبت بحث هورهي هی — خداوند تعالی نے فرمایا هی " من اعرض عن ذکري فان لہ معیشۃ ضنکا " *

حضرات حاضرین ! میں اپنا مافي الضمیر مجمل طور پر اپکي خدمت میں عرض کرچکا هوں اور میں خیال کرتا هوں کہ ایسے متبحر علماء اور فضلا کے روبرو توضیح اور تفصیل کي ضرورت نهیں هی *

صاحب صدرانجمن نے فرمایا کہ میں خیال کرتا هوں کہ اس مرض کے اعراض و اسباب اور اُسکے مائکروب اور اُس کے علاج اور طریقہ استعمال کي نسبت کافي بحث هوچکی هی — هم نے پهلے اجلاس میں قرار دیا تها کہ هم اس مسئلہ کي نسبت بحث کرینگے کہ اسلام کیا هی اور اُس کے نتائج کیا کیا هیں - یهہ مسئلہ بهي پروگرام میں درج هی جس میں مسائل قابل بحث کي تفصیل کي گئي هی — میرے نزدیک همارے دوست عالم نجدي کي تقریر بحث کو اس طرف منتقل کرنے کے لیئے نهایت موزوں هی خاصکر جبکہ وہ براہ مهرباني آئندہ اجلاس میں اپنے پاکیزہ خیالات کو مزید توضیح اور تشریح کے ساتهہ بیان فرماویں - کیونکہ مذاهب کے اصول اور فطرت کے قوانین اور مذهبي تغیر و تبدل اور تحریف و تاویل کے مسائل اس قدر مهتم بالشان هیں جنکي تحقیق اور تدقیق میں اطناب اور تفصیل کي ضرورت هی — لهذا هم اپنے دوست سے اُمید کرتے هیں کہ وہ کل کے اجلاس میں کسیقدر تفصیل کے ساتهہ گفتگو کرینگے - کیونکہ اب اجلاس کے برخاست هونے کا وقت آگیا هی *

چوتها اِجلاس

(مقام مکۂ معظمہ ۲۰ ذیقعدہ سنہ ۱۳۱۶ هجري)

مقام اِجلاس میں وقت پر تمام ممبران جلسہ جمع هوگئے - اول گذشتہ اِجلاس کي روئداد پڑهي گئي — اِس کے بعد صاحب صدرانجمن نے بحث شروع کرنے کي اِجازت دي *

بلحاظ دنیوی زندگی کے ان کو ترقی اور برتری کی معراج پر پہونچانے والا ہوتا ھی — مگر رفتہ رفتہ اُس میں تغیر تبدل ، کمی بیشی اور تحریف و تاویل کیجاتی ھی جن کی اصل شرک اور تشدد فی الدین ھی — اور وہ درجہ بدرجہ قوم کو تنزل اور انحطاط کے قعر مذلت میں گراتا جاتا ھی حتی کہ وہ قوم اپنی پہلی حالت کی نسبت بھی زیادہ تر جاھل اور وحشی ہوجاتی ھی اور آخر کار یا تو اُسکا نام و نشان صفحہ ہستی سے متجاتا ھی اور اُس کے باقی افراد دوسری قوموں کے ساتھہ مل جاتے ھیں اور یا خداوند تعالی اپنی عنایت اور مہربانی سے اُس قوم میں کوئی رسول بھیجتا ھی جو اُس کے دین کی تجدید کرتا ھی یا کوئی نبی یا حکیم مبعوث فرماتا ھی جو ان مذہبی اصول و فروع کی اصلاح کرتا ھی جو فاسد ہوگئے ھیں — چنانچہ گذشتہ قوموں مثلاً عاد ، ثمود ، سردان ، اسرائیل ، کنعان اور بنی اسمعیل میں ایسا ھی ہوا — خداوند تعالی نے فرمایا ھی " وما کان اللہ لیضل قوما بعد اذ ھداھم حتی یبین لہم ما یتقون " *

غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ھی کہ شرک اور تشدد فی الدین دونوں چیزیں انسان کے لیئے طبعی امر ھیں جن کی طرف وہ بذریعہ نفسانی خواھشوں اور شیطانی وسوسوں کے راغب ہوتا ھی — کیونکہ نفس انسانی بہ نسبت ایسے معبود کے جو محض عقلی اور آنکھوں سے اوجھل ہو ایسی چیز کی عبادت کی طرف زیادہ تر راغب ہوتا ھی جو آنکھوں کے سامنے موجود ہو اور نیز مذہبی تشدد کی طرف اُسکو فطری طور پر رغبت ھی اور شیطان تحریف اور تاویل کے ذریعہ سے اُسکو گمراہ کرتا ھی حتی کہ وہ مذھب کو فاسد کردیتا ھی - (مرحی) *

اگر اِن اخیر صدیوں میں اسلام کی حالت پر نظر کی جاوے تو معلوم ہوتا ھی کہ اُس میں بھی وھی خرابی پیش آئی جو اس سے پیشتر مذاھب میں پیش آچکی ھی جن کے واقعات خداوند تعالی نے قرآن مجید میں بیان فرمائے ھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے ھم کو اُس خرابی میں مبتلا ہونے سے ڈرایا تھا اور اُس سے بچنے کی تدبیر ارشاد فرمائی تھی *

گمراهي کي تاریکیوں میں مبتلا کردیا - مگر خداوند تعالی کی مہربانی اُس کے بعض بندوں کے لیئے مقدر تھي اور نیز اُس نے دوسروں پر حجت قایم کرني چاهي اس لیئے اُس نے بعض ایسے اکمل افراد پیدا کیئے جو اس قوت کي ماهیت کے سمجھنے اور بیان کرنے میں عام افراد کي نسبت بمراتب ممتاز تھے — اُنھوں نے مخلوق کو هدایت کي - یهه لوگ انبیاء علیهم السلام هیں — بعض انبیاء کرام نے اپنے گرد و پیش کے لوگوں کے لیئے شریعت قایم کي اور معجزات اور خرق عادات سے ثابت کیا که وه رسول هیں ان کے مخاطب اُن کا اتباع کرنے کے لیئے مکلف هیں - بعض لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رسالت کي گواهي دي اور ان کي هدایتوں کي پیروي کي - ایسے لوگوں کو انھوں نے اوهام اور گمراهي کي تاریکیوں سے هدایت کي روشني میں پهونچایا — یهه لوگ مومنین کهلاتے هیں — یهه پهلا مقدمه هی (مرحی) *

منجمله ایمان والوں کے همارا مسلمانوں کا گروه هی - هم یقین کرتے هیں که محمد بن عبدالله الهاشمي القرشي العربي بلحاظ حکمت اور فضیلت کے سب سے اعلی مرتبه رکھتے تھے - هم تصدیق کرتے هیں که آپ خدا کے رسول تھے جو تمام کافه انام کي هدایت اور ملة ابراهیمي کي تجدید کرنے اور خدائے وحده لا شریک کي عبادت کي طرف دعوت کرنے اور ان اوامر اور نواهي کي تلقین کرنے کي غرض سے مبعوث هوئے تھے جو دنیوي بہتري اور بهبودي اور اخروي صلاح و فلاح کے کفیل هیں *

جو قواعد همارے مذهب کے اصل اصول هیں منجمله ان کے ایک یهه هی که همکو اس امر کا اعتقاد رکھنا چاهیئے که محمد صلی الله علیه و سلم نے خدا کي رسالت اُس کے بندوں کو پهونچائي - اوامر اور نواهي میں سے کوئي بات باقي نهیں رکھي اور نه کسي چیز کو پوشیده رکھا اور اپني رسالت کے فرض کو بطور شارع هونے کے پوري طرح ادا کیا اور مذهب کي تکمیل کي *

منجمله همارے مذهبي اهم قواعد کے ایک یهه هی که جو کچھه همکو آنحضرت صلی الله علیه و سلم نے مذهبي احکام هم تک پهونچائے ان میں کوئي چیز بڑھانا یا کم کرنا یا اپني عقل سے ان میں تصرف کرنا

عالم نجدي نے حسب ایماے صدر انجمن اپني تقریر کو جو پچھلے اجلاس میں بالاجمال کي گئي تھي زیادہ توضیح اور تفصیل کے ساتھہ بیان کرنا شروع کیا اور فرمایا :—

حضرات حاضرین ! میں آپ سے معافي چاھتا ھوں کہ میں اپني نامربوط تقریر کے آغاز میں چند مقدمات اور تعریفات بطور تمہید عرض کرکے جن سے آپ میري نسبت زیادہ تر واقف ھیں اور جو آپ کے وسیع اور عمیق علم کے نزدیک مرتبہ بدیہیات میں ھیں آپ کي سامعہ خراشي کروں - کیونکہ ھرایک مقرر کو خیالات کا تسلسل اور قیاس کي ترتیب قائم رکھنے کے لیئے اس کي ضرورت ھوتي ھی *

ایک ایسي زبردست قوت کا شعور جو کائنات میں منتظم اصول اور مطرد قوانین کے مطابق تصرف کرتي ھی نوع اِنسان میں ایک فطري امر ھی — عوام‌الناس اِس زبردست قوت کو لفظ " طبیعة " سے تعبیر کرتے ھیں - مگر جو لوگ سیدھے رستہ پر چلنے والے ھیں ان کو اِس امر کیطرف ھدایت کي گئي ھی کہ یہہ قوت ایک ذات مستجمع‌الصفات کے تحت و تصرف میں ھی جسکو لفظ " اللہ " سے تعبیر کیا جاتا ھی = یہہ شعور نفس کي قوت اور اُس کے ضعف کے اعتبار سے قوي یا ضعیف ھوتا ھی — اور لوگ اِس قوت کي ماھیت کے سمجھنے اور بیان کرنے میں مختلف ھیں — یہہ اختلاف ان کے ادراکات کے اختلاف یا تربیت کے اختلاف سے پیدا ھوتا ھی - اور یہي ھدایت یا گمراھي کا موجب ھوتا ھی - مگر گمراھي کا پلہ بھاري ھی — کیونکہ انساني عقول خواہ وہ کتني ھي وسیع اور قوي ھوں لیکن تاھم وہ ازلیة اور ابدیت اور لا مثال اور لا زماں اور لا مکان کے گراں سنگ پہاڑوں کا تحمل نہیں کرسکتیں — ان امور کا علم بوجہ سخت دشوار اور دقیق ھونے کے " علم ما و راے عقل " کہلاتا ھی — اس لیئے گمراھوں کي نسبت یہہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ھدایت پانے والوں کي نسبت بلحاظ عقل کے ادنی درجہ میں ھیں - بلکہ ان میں سے اکثر اشخاص گذشتہ اور موجودہ زمانہ میں ھدایت پانے والوں کي نسبت بدرجہا زیادہ عقیل و فہیم ھوئے ھیں — لیکن تصور کي صعوبت نے ان کو اوھام کے ناپیدا کنار سمندروں اور

فرمایا هی " و ان من شی الایسبح بحمده " مگر بات یهه هی که انسان کي طبیعت پر شرک کا مادہ غالب هی - وہ خدا کو بعض کلي امور اور اهم معاملات مثلا خالقیت ' رازقیت اور حیات و ممات وغیرہ کي تدبیر اور انتظام کے لیئے مخصوص خیال کرتے هیں - گویا که یهه لوگ خدا کا مرتبه اس سے بالاتر سمجھتے هیں که وہ جزئیات امور کي تدبیر میں مصروف هو - اُن کا گمان یهه هی که خدا کے ماتحت بهت سے معاونین اور کارکن ' فرشتے ' جنات ' ارواح ' انسان و حیوان اور اشجار و احجار هیں جو خدا کي مرضي اور اُس اختیار کے بموجب جو ان کو عطا هوا هی اپنے اپنے متعلقه کاروبار انجام دیتے هیں — اور جس طرح قوانین فطرت اور نفساني حالات مثلا جادو وغیرہ زمیني اور آسماني کائنات میں دخل و تصرف رکھتے هیں اسي طرح یهه چیزیں بھي جزئي امور کي تدبیر میں اختیار رکھتے هیں اور نیز ان کو ایک قسم کي قدسي قوت دي گئي هی اور علم غیب بھي عطا کیا گیا هی *

یهه وهم ان کو صرف اس وجه سے پیدا هوا هی که انهوں نے خدائي سلطنت کے انتظام کو دنیوی سلطنت کے انتظام پر قیاس کیا هی — کیونکه دنیا کے بادشاہ اور شہنشاہ صرف بعض نهایت اهم امور اور اصولي انتظامات کي زمام اختیار اپنے قبضه اقتدار میں رکھتے هیں اور فروعي امور اور جزئي کاروبار اپنے اراکین سلطنت اور حکام اور عمال کو تفویض کرتے هیں — اور سلطنت کے تمام کاروبار مقرر قوانین کے مطابق انجام پاتے هیں (مرحوم) *

جو شخص گذشته قوموں کي تواریخ اور موجودہ قوموں کے حالات اور خیالات پر غور کرتا هی اُسکو اس امر میں کسي قسم کا شک و شبهه باقي نهیں رهتا که شرک کي وہ قسم جسکي هم نے اوپر توضیح کي هی انسان کے لیئے ایک سخت آفت هی - اس دعوے کے ثبوت میں قرآن مجید کي آیات محکمات سے بڑھکر اور کیا دلیل هوسکتي هی - خداوند تعالی نے فرمایا هی " † ولئن سالتهم من خلق السموات و الارض لیقولن الله "

---

† اے پیغمبر اگر تم ان سے پوچھو که کس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا تو وہ ضرور یهي جواب دینگے که الله نے —

ہمارے لیئے قطعي حرام ہی - بلکہ ہم کو صرف اُنہیں اُمور کا اتباع کرنا واجب ہی جن کي بابت قرآن مجید کي محکم آیات میں تصریح آئي ہی یا جو کچھہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا یا کیا یا جائز رکھا ہی یا جن امور پر صحابہ کرام نے اجماع کیا ہی — یہہ تمام امور ہمارے لیئے واجب الاتباع ہیں خواہ ان کي حکمت ہمکو معلوم ہوسکتي ہو یا نہ ہوسکتي ہو — ہمارے لیئے یہہ بھي ضروري ہی کہ ہم قرآن مجید کي آیات متشابہات کو خدا کے علم پر تفویض کریں اور یہہ کہیں " آمنا بہ کل من عند ربنا " " ما یعلم تاویلہ الا اللہ " *

ہمارے مذہبي قواعد میں سے ایک یہہ بھي ہی کہ ہم تمام دنیوي معاملات میں اپنے اختیار سے جس طرح چاہیں تصرف کرسکتے ہیں بشرطیکہ ہم ان عام قواعد کي رعایت کریں، جو ہمارے لیئے لازمي یا مستحب قرار دیئے گئے ہیں اور مقتضاے حکمت اور فضیلت کے مطابق ہیں مثلا اپني ذات یا کسي دوسرے شخص کو نقصان نہ پہونچانا ، کمزور پر مہرباني کرنا ، مفید علم و عمل کے لیئے کوشش کرنا ، امور میں اعتدال قایم رکھنا ، معاملات میں انصاف کرنا اور اپنے تمام وعدوں کو پورا کرنا وغیرہ وغیرہ جو عام طور پر عمدہ اور شریفانہ اصول تسلیم کیئے جاتے ہیں — یہہ دوسرا مقدمہ ہی *

ان دونوں مقدموں سے بعض نہایت اہم مسائل مستنبط ہوتے ہیں جنکي نسبت جداگانہ اور کسیقدر تفصیل کے ساتھہ بحث کرنا مناسب معلوم ہوتا ہی - منجملہ ان کے ایک مسئلہ یہہ ہی کہ خالق کے وجود پر ایمان لانا انسان کے لیئے ایک فطري امر ہی جیساکہ بیشتر گذر چکا ہی — صرف اس مقصد کے لیئے ان کو پیغمبروں اور رسولوں کي ضرورت نہیں ہی - بلکہ خدا کي توحید اور تفرد اور اُس کي تنزیہہ و تقدیس کي طرف رہنمائي کرنے کے لیئے ان کي ضرورت ہوتي ہی - قوم نوح ، قوم ابراہیم ، زمانہ جاہلیت کے عرب ، یہود ، نصاریٰ ، فارس کے مجوسي ، ہندوستان اور چین کے بت پرست ، افریقہ اور امریکہ کے وحشي اور ان کے سوا نوع انسان کے باقي افراد بلحاظ اپني دیني فطرت کے خالق کے وجود کو تسلیم کرنے والے تھے اور ہیں - ان میں کوئي شخص خدا کا قطعي منکر نہیں ہی — چنانچہ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں

پس لوگ عام طور پر خدا کی راہ سے منحرف ہوکر اُن چیزوں کی یاد کی طرف رغبت کرتے ہیں جنکی نسبت ان کو یہہ گمان ہوتا ہی کہ وہ خدا کی خدائی میں شریک یا اُس کے ہم رتبہ ہیں – اس لیئے وہ ان کے سامنے گردن جھکاتے ، ان کی تعظیم و تکریم کرتے ، ان سے مدد چاہتے اور اپنی ضرورتیں اُن کی حضور میں پیش کرتے ، ان کی بھلائی کی اُمید کرتے اور ان کے غصہ سے ڈرتے ہیں — خداوند تعالی نے فرمایا ہی " † من اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا " واضح ہو کہ خدا کا وعدہ سچا اور اُسکا حکم نافذ ہی پس یہہ امر بدیہی ہی کہ مشرکین کی معیشت سے اور کون سی معیشت زیادہ تنگ ہوسکتی ہی جن کی نسبت خدا نے یہہ فرمایا ہی کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور نیز فرمایا ہی " ‡ إن الشرک لظلم عظیم " اور نیز فرمایا ہی " § ولایظلم ربک احداً " زید بن عمرو بن نفیل جو زمانہ جاہلیت کا حکیم ہی شرک سے گھبراکر کہتا ہی *

اربا واحدا ام الف رب * ادین اذا تقسمت الامور
ترکت اللات والعزی جمیعاً * کذلک یفعل الرجل البصیر

مشرکین اور موحدین کی اخلاقی زندگی کی ٹھیک مثال اگر کوئی شخص ذہن نشین کرنا چاہی تو اُسکو ان دونوں ملکوں کی حالت کا تصور کرنا چاہیئے : ایک ملک ایسا ہی کہ اُسکا بادشاہ نہایت حکیم اور دانشمند اور صاحب عظمت و جبروت ہی – اُسکا دروازہ ہر ایک داد خواہ کے لیئے ہر وقت کھلا ہوا ہی – تمام ملک میں ایک قانون نافذ ہی ، نہ اُسکے دربار میں کسیکی سعی سفارش چل سکتی ہی اور نہ اُسکے حکم میں کوئی شخص شریک ہوسکتا ہی – اور ایک دوسرا ملک ہی جسکا بادشاہ نہایت بزدل کمزور اور مغلوب ہی ; اُس نے اپنے مقربین اور اعوان و انصار کو بڑے بڑے مرتبے اور وسیع اختیارات دے رکھے ہیں — وہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں ، کوئی خاص قانون ملک میں نافذ نہیں ہی ، بادشاہی مقرب اپنے عزیزوں اور دوستوں اور پیرووں میں سے جسکو چاہتے

† جس نے ہماری یاد سے رو گردانی کی تو اُس کی زندگی تنگی میں گذریگی –

‡ بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہی —

§ تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا —

اور نیز فرمایا ھی " † منذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ " اور فرمایا ھی " بل ایاہ تدعون " اور نیز بصراحت فرمایا ھی " ‡ ولاتدعو مع اللہ احدا " ان کے سوا اور بھی آیات بینات ھیں جن سے ثابت ھوتا ھی کہ انسان کی گمراھی کا باعث زیادہ تر وھی شرک ھی جو بعض وجوہ سے ھوتا ھی نہ کہ شرک مطلق اور انکار محض - کیونکہ انسانی عقل خواہ وہ تنزل اور پستی کے کسی درجہ پر پہونچ جاے تاھم وہ شرک مطلق کے مرتبہ کو نہیں پہونچ سکتی *

اسی بنا پر خدا کی عادت اور حکمت اُسکی مخلوقات میں اسیطرح جاری ھی کہ وہ پیغمبر مبعوث فرماتا ھی جو لوگوں کو شرک کی گمراھی سے بچاتے اور دنیوی و اُخروی شقاوت اور بدبختی کے گڑھے سے نکالتے اور خدا کی معرفت کی طرف جو اعلی درجہ حکمت ھی رھنمائی کرتے ھیں تاکہ وہ اُس کو وحدہ لا شریک سمجھکر اُس کی عبادت کریں — اور اس طرحپر خدا کی حجت پوری ھوجاتی ھی — اور لوگ با اختیار اور اپنی آزادی کے مالک ھوجاتے ھیں جو ان کو جنات اور ارواح ' اجسام اور اوھام کی غلامی سے محفوظ رکھتی ھی - پس " لا الہ الا اللہ " پر ایمان لانے کا ثمرہ یہہ ھی کہ انسانی عقول اوھام وغیرہ کی قیود سے آزاد ھوجاتی ھیں اور " محمد رسول اللہ " پر یقین کرنے کا نتیجہ یہہ ھی کہ انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی سچی شریعت کے اتباع کرنے پر مجبور ھوتا ھی جو ھرایک مسلمان کو شرک کی طرف مائل ھونے سے روکتی اور دینی اور دنیوی سعادت و فلاح کی جامع ھی *

انسان پر خدا کی مار ھو وہ کسقدر سخت کافر اور جاھل ھی — وہ بغیر سخت کوششوں کے توحید کی طرف مائل نہیں ھوتا اور نہایت آسانی کے ساتھہ شرک کیطرف راغب ھوجاتا ھی اور وہ خدا کے سوا دوسری چیزوں میں ایک ایسی قدسی قوت کے وجود کا اعتقاد رکھنے لگتا ھی جو خوف و رجا کا باعث ھوسکتی ھی *

---

† کون ھی جو اس کے اذن کے بغیر اُس کی جناب میں کسی کی سفارش کرسکے —

‡ تو خدا کے ساتھہ کسی اور کو مت پکار —

من یشاء و یهدی من یشاء " پس جبکه کسی مسلمان کو ان الفاظ کا مفہوم معلوم هوجاوے اور وہ اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل کرنا چاهے که اُس کی مقررہ حدود سے تجاوز نکرے تو اُس وقت یقینی طور پر اُس کو واضح هوجاویگا که اُس شرک سے خدا کی کیا مراد هی جسکو وہ پسند نهیں کرتا اور جسمیں واقع هونے کا پیغمبر علیه السلام کو هماری طرف سے خطرہ تها جیسا که آپ نے فرمایا هی که " سب سے زیادہ خطرناک چیز جس میں تمهارے مبتلا هونے کا مجهکو خوف هی وہ شرک هی *

مذکورہ بالا الفاظ کی تحقیق جو شخص کرنا چاهیگا اُس کو معلوم هوجاویگا که علماے لغت کا اس بات پر اجماع هی که لفظ ایمان کے معنی قطعی تصدیق کے هیں جس میں مطلقا تردد اور تذبذب نه هو اور اسلام کے معنی بدون اعتراض کے تسلیم کرنا اور اطاعت بجا لانا اور لفظ عبادت کے معنی عاجزی اور خشوع و خضوع هی اور لفظ توحید کے معنی کسی چیز کو ایک جاننا - یهه لفظ جب خدا کی طرف منسوب هوتا هی تو اس صورت میں شریک اور نظیر کی نفی مقصود هوتی هی اور اسی مادہ میں لفظ واحد واحد هی جو خدا کی صفتیں هیں جن کے معنی یهه هی که وہ ایسا منفرد هی جسکا نه کوئی شریک هی اور نه اُس کا کوئی نظیر هی - لفظ شرک کا جو مادہ هی اُس کے معنی از روے لغت کے خلط هیں اور از روے استعمال خدا کے ساتهه شریک تهہرانے کے هیں - اور ایمان والوں کی اصطلاح میں اس کے معنی خدا کی ذات یا صفات یا اُس کے ملک میں کسی کو شریک تهہرنے کے هیں *

اگر هم اُن لوگوں کے اعتقادات کو جن کو خداوند تعالے نے قرآن مجید میں شرک کے ساتهه متصف فرمایا هی ان تینوں قسم کے شرک پر منطبق کر کے دیکهیں تو هم کو معلوم هوگا که حلول کا اعتقاد مطلقه شرک سے خالی نهیں هی اور وہ یهه هی که خداوند تعالی بعض شخصوں کو اپنی ذات میں فنا کرلیتا هی یا بعض اشخاص اُس کی ذات میں فنا هوجاتے هیں جیساکه عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ اور مریم علیهما السلام کی نسبت کهتے هیں یا جیسا که همارے صوفیوں کا قول هی جن کو وحدة الوجود میں نهایت غلو هی — اس قسم کا شرک نهایت دقیق

هیں نہال کردیتے هیں یا اُن کے مصائب اور تکلیفات دفع کردیتے هیں -
پس میں یہہ امر دریافت کرتا هوں کہ کیا ان دونوں ملکوں کے باشندوں کی
حالت یکساں هوگی ؟ هرگز نہیں ، سعادت اور خوش نصیبی اور شقاوت
اور بدبختی هرگز نہیں برابر هوسکتیں - خداوند جلت عظمتہ اسبات
کو هرگز پسند نہیں فرماتا کہ اُس کے ملک میں کوئی اُسکا شریک هو
جیسا کہ اُس نے قرآن مجید میں فرمایا هی —

" ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذالک من یشاء و من یشرک باللہ فقد ضل ضلالاً مبیناً " *

" بے شک اللہ اس جرم کو معاف کرنے والا نہیں هی
کہ اُس کے ساتھہ کسی کو شریک گردانا جاوے هاں
اس کے سوا جو گناہ هیں جس کو چاهے معاف کردے
اور جس نے کسی کو خدا کا شریک گردانا تو اُس
نے خدا پر طوفان باندھا جو بہت بڑا گناہ هی *

اس میں شک نہیں کہ شرک سخت ترین فجور اور اعلی درجہ
کی بد اعمالی هی اور خداوند تعالی نے فرمایا هی کہ " † ان الفجار لفی
جحیم " اور نیز فرمایا هی " ‡ و من یعمل سوءً یجزبہ " جحیم اور جزا
دونوں لفظ جو ان آیتوں میں مذکور هیں وہ صرف آخرت کے ساتھہ
مخصوص نہیں هیں بلکہ وہ دنیوی اور اُخروی دونوں عالموں کی
زندگی کو شامل هیں *

اس کے بعد میں یہہ کہنا چاهتا هوں کہ اگر کوئی مسلمان اُس شرک کو
معلوم کرنا چاهے جسکی توضیح خدا نے اپنی کتاب میں کی هی تو اُسکو
چاهیئے کہ وہ عربی زبان میں جو قرآن مجید کی زبان هی ان الفاظ کے
مفہوم پر غور کرے - ایمان - اسلام — عبادۃ — توحید — شرک —
کیونکہ خداوند تعالی نے فرمایا هی " انا جعلناہ قرآناً عربیا " اور نیز
فرمایا هی " § وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم فیضل اللہ

---

† بے شک بدکار لوگ دوزخ میں هونگے —

‡ اور جو شخص گناہ کا مرتکب هوگا وہ اُس کی سزا پائیگا -

§ اور جب کبھی هم نے کوئی پیغمبر بھیجا تو اُس کو اُسی کی
قومی زبان میں بات چیت کرتا هوا بھیجا تاکہ وہ ان کو اچھی طرح
سمجھا سکے اس پر بھی خدا جس کو چاهتا هی گمراہ کرتا هی اور جس
کو چاهتا هی هدایت دیتا هی -

سب جانتے هیں که همارے پیغمبر صلی‌الله علیه و سلم نے لوگوں کو صرف توحید کي طرف دعوت دینے میں دس برس تک سخت تکلیفات اور مصائب برداشت کیئے هیں اور اپني اُمت کا نام " موحدین " رکھا هی اور خداوند تعالی نے قرآن مجید کا ایک چوتھائي حصه توحید کے بیان میں نازل فرمایا هی - اور اسلام کي بنیاد کلمه " لا اله الا الله " پر رکھي گئي هی اور یهي افضل الذکر قرار دیا گیا هی — اس میں یهه حکمت هی که ایک مسلمان خواه اُس کا ایمان کیسا هي مستحکم هومگر تاهم اُس کو اپنے خیال سے نفي شرک کي احتیاج دائمي اور استمراري طور پر باقي رهتي هی — کیونکه انسان طبعي طور پر شرک کي طرف سخت میلان رکھتا هی (مرحی) یهه کچھه مسلمانوں هي کے ساتھه مخصوص نهیں هی — بلکه پهلي قوموں کي بهي یهي حالت رهي هی که جس وقت رسولوں نے ان سے مفارقت کي تو وه فوراً شرک میں مبتلا هوگئیں — حضرت موسی علیه‌السلام صرف ۴۰ راتوں تک اپني قوم سے علحده رهے اُس نے گوساله بنایا اور اُس کي پرستش کرنے لگي *

اگر هم اُس شرک کي نسبت غور کریں جس کو قرآن مجید نے شرک قرار دیا هی تاکه هم اُس سے محفوظ رهیں تو هم کو معلوم هوتا هی که خدا وند تعالے نے یهود و نصاری کي نسبت فرمایا هی " † اتخذوا احبار هم و رهبانهم ارباباً من دون‌الله " حالانکه یهود و نصاری کے عالموں اور مشائخ میں کوئي شخص ایسا نهیں هوا هی جس نے خدا کے ساتھه مماثلت اور مشابهت کا دعوی کیا هو یا اپنے آپ کو پیدا کرنے اور مارنے اور جلانے میں خدا کا شریک ٹهیرایا هو - عام مسلمانوں کے نزدیک ربوبیت کا انحصار انهیں باتوں پر هی اور یهي ان کو شرک کے رواج دینے والوں نے تلقین کي هی — اصل یهه هی که احبار اور رهبان نے صرف تشریع میں اپنے آپ کو خدا کا شریک ٹهیرایا تها— وه کهتے تھے که فلاں چیز حلال اور فلاں حرام هی - اور اُن کے پیرو اِن احکام کو قبول کرتے تهے اِس لیئے خدا نے اُن کي نسبت فرمایا که اُنهوں نے اپنے عالموں اور مشائخ کو خدا بنا لیا هی *

---

† اُنهوں نے خدا کے سوا اپنے عالموں اور مشائخ کو خدا بنالیا هی -

اور اُسکي تعریف کرنا مشکل هی — اسي وجه سے نصاری اسکو حقیقة سري اور صوفي حقیقه ذوقي کهتے هیں (مرحی) *

شرک في الملک کا مظنه ان اعتقادات میں پایا جاتا هی جن کي رو سے بعض مخلوق چیزیں بعض دنیوي معاملات کے انتظام کے لیئے مخصوص خیال کي جاتي هیں - جیسا که ملک الموت کي نسبت یهودیوں کا اعتقاد هی یا جیسا که بعض لوگوں کا اعتقاد هی که بعض چیزیں مخلوق میں تصرف کرتي هیں *

شرک في الصفات اُس اعتقاد میں پایا جاتا هی جس کي رو سے بعض مخلوق چیزیں ان سے صفات کمال کے ساتھه متصف سمجھي جاتي هیں جو واجب الوجود جلت عظمة کے سوا کسي اور کے لیئے سزاوار نهیں هیں — شرک کي یهه قسم پهلے دونوں کي نسبت زیادہ تر شایع هی — اس کے تین سبب هیں : *

اول یهه که سوائے احدیت اور خالقیت وغیرہ کے جو خدا کے ساتھه مخصوص هیں باقي تمام صفات خالق اور مخلوق میں مشترک هیں - علماے راسخین کے سوا عام لوگوں کو ان مراتب میں تمیز کرنا جو خداوند تعالے اور مخلوقات کے ساتھه مخصوص هیں سخت مشکل هی *

دوم یهه که آسماني شریعتوں نے اس بات کي تصریح کي هی که خداوند تعالی نے بعض امور فرشتوں کو تفویض فرمائے اور نیز وہ اپنے بعض مقرب بندوں کي دعا قبول فرماتا هی اور قیامت کے دن شفاعت قبول کرنے کا وعدہ فرماتا هی — پس جاهلوں کو ان باتوں اور تصرف میں فرق کرنا دشوار هوا *

سوم یهه که انسان کے لیئے یهه ایک طبعي بات هی که وہ تعظیم میں حد مناسب سے تجاوز کرکے اغراق اور غلو کے درجه کو پهونچا دیتا هی - اسي وجه سے اولوالعزم پیغمبروں اور رسولوں نے لوگوں کو اپنے بزرگوں کي تعظیم و تکریم کو حد اعتدال پر قایم رکھنے اور بعض اعلی صفات میں ان کو خدا کے مرتبه کے قریب پهونچانے سے روکنے میں سخت کوششیں کي هیں — اور مطلقات شرک خفي سے ڈرایا هی *

قبروں کے بہت اعمال شرک قرار دیئے گئے ہیں حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمائي ہی کہ " جس نے خدا کے سوا کسي اور کي قسم کھائي تو اُس نے کفر اور شرک کیا " *

اب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں کہ بہت یا ایسے اعمال جو صورت اور حکم میں ان کے ساتھہ مشابہت رکھتے ہوں اسلام میں شایع ہیں یا نہیں ؟ – جو شخص الٰہي اُمور میں کسي کي ملامت کي پرواہ نہیں کرتے وہ بالضرور اس امر کی تصریح کرینگے کہ جزیرہ عرب کے سوا دیگر ممالک کے جمہور مسلمانوں کي حالت بہت وجوہ مشرکین کي حالت کے مشابہ ہی – اور جو پچھلي قوموں کے مذاہب کي نوبت ہوئي تھي وہ ہي اسلام کي ہوگئي ہی — مسلمانوں کے بعض گروہوں نے بتوں کے عوض قبروں کو اختیار کیا ہی - ان پر عالیشان مسجدیں اور عمارتیں تعمیر کي ہیں — اور دروازوں پر خوشنما پردے ڈالے گئے ہیں— ان میں روشني کي جاتي ہی — لوگ قبر کو سجدہ کرتے اور اُس کے گرد طواف کرتے اور چوکھٹ کو چومتے ہیں اور مصائب کے وقت اِن قبروں کے باشندوں کو پکارتے اور اِن کے تقرب کے خیال سے ذبح کرتے اور بجائے اللہ کے نام کے ان پیروں کا نام پکارتے اور ان کی نذریں مانتے اور اُن کي زیارت کے لئے دور دراز سے سفر کرکے آتے ہیں اور اِن کے باشندوں کے ساتھہ اپني دلي اُمیدیں وابستہ کرتے ہیں اور اُن کے ذکر کو باعث نزول رحمت خیال کرتے ہیں اور نہایت عجز والحاح اور خشوع و خضوع کے ساتھہ ان ؑ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ خدا کے یہاں ان کی دعائیں اور مرادیں پہونچادیں جد اور ان کے قبول ہونے کي کوشش کریں — یہہ تمام باتیں عبادت غیر اللہ کے ذیل میں داخل ہیں *

ونہ

مسلمانوں کے بعض گروہوں نے تصویر دار تختیوں کے بجائے جو نصاری میں استعمال کي جاتي ہیں ایسي تختیاں اختیار کي ہیں جن میں ان کے بزرگوں کے نام لکھے ہوتے ہیں تاکہ ان کي یاد ہر وقت تازہ رہے — ایسی تختیاں مسجدوں † اور گھروں میں بطور تبرک کے دیواروں پر

---

† اس لفظ پر رادم مضمون نے حاشیہ دیا ہی اور لکھا ہی کہ قسطنطنیہ اور بلاد ترک کي اکثر جامع مسجدوں کي یہي حالت ہی اسپر ایڈیٹرالمنار نے یہہ اضافہ کیا ہی کہ اکثر اسلامي ممالک کي یہي حالت ہی (مترجم) —

هم کو یہہ بھي معلوم ہوتا ھی کہ خداوند تعالی نے قریش کو مشرک فرمایا ھی حالانکہ اُن کي نسبت یہہ بھي فرمایا ھی کہ " اگر تم اِن سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور یہي جواب دینگے کہ خدا نے " یعني وہ خالقیت کو خدا ھي کے ساتھہ مخصوص خیال کرتے ھیں- اور بتوں کے ساتھہ اُنکے توسل پکڑنے کو عبادت کے لفظ سے تعبیر کیا ھی چنانچہ اُن کا یہہ قول نقل کیا ھی " † مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی " — حالانکہ اکثر مسلمان یہہ خیال کرتے ھیں کہ توسل کا یہہ درجہ عبادت نہیں ھی اور نہ شرک میں داخل ھی — اور جن چیزوں سے وہ وسیلہ پکڑتے ھیں ان کو واسطہ کہتے ھیں- اُن کا قول ھی کہ عبد اور معبود کے درمیان کوئي واسطہ ہونا ضروري ھی " اور واسطہ کا کسي طرح انکار نہیں ہوسکتا " *

اس سے صاف معلوم ہوتا ھی کہ مشرکین قریش اپنے بتوں کي عبادت نہیں کرتے تھے اور نہ اُن کو خالق اور رازق خیال کرتے تھے بلکہ وہ اُن کي تعظیم و تکریم کرتے اور اُن کے سامنے سجدہ کرتے اور اُن کے آگے اپني قربانیاں ذبح کرتے اور اُن کي نذریں مانتے تھے -اور یہہ صرف اِس خیال سے کہ وہ گذشتہ زمانہ کے بزرگوں کي تصویریں ہیں جو خدا کے مقرب اور اُس کي درگاہ میں شفیع ھیں— وہ اِس تعظیم و تکریم کو پسند کرتے ھیں اور مریضوں کو شفا دیتے اور فقیروں کو دولتمند بناتے ھیں— لیکن اگر اُن کي تعظیم میں کمي کي جاتی ھی تو وہ ناراض ہوجاتے ھیں اور اِن کے مال و اولاد کو نقصان پہونچاتے ھیں *

هم کو معلوم ہوتا ھی کہ خدا نے قرآن مجید میں فرمایا ھی "‡ ولاتدعوا مع اللہ احدا " اور نیز فرمایا ھی "§ بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون" اور نیز فرمایا ھی "|| ایاک نعبد و ایاک نستعین " اِس قسم کي آیات بینات سے

---

† هم ان کي عبادت صرف اسي لیئے کرتے ھیں کہ ان کے ذریعہ سے خدا کي جناب میں هم کو تقرب حاصل ہو-

‡ خدا کے ساتھہ تو کسي کو مت پکار —

§ بلکہ تم صرف اُسي کو پکارتے ہو اور وھي تمھاري کلفت دور کرتا ھی-

|| هم تیری ھي عبادت کرتے ھیں اور تجھہ ھي سے مدد مانگتے ھیں-

یہہ ایک ایسا علم هی جسکو نہ صحابہ جانتے تھے اور نہ تابعین اُس سے واقف تھے اور نہ قرون اولی کے مسلمانوں کو جن کي مذهبي فضیلت تسلیم کي جاتي هی اُس سے واقفیت تھي — اس علم کے مسائل قرآن مجید کي آیات متشابہات کي تاویل کرکے گھڑے گئے هیں — حالانکہ هم کو خداوند تعالی نے حکم دیا هی کہ هم متشابہات کي نسبت یہہ کہیں " † آمنا بہ کل من عند ربنا " اور فرمایا هی " ‡ و مایعلم تاویلہ الاالله " اور نیز ان کے حق میں فرمایا هی " § و اذا رأیت الذین یخوضون في آیتنا فاعرض عنهم حتی یخوضوا في حدیث غیرہ " اور فرمایا هی " فاستقم کما امرت " اور فرمایا هی " فلیحذر الذین یخالفون عن امرهم ان یصیبهم فتنة " مسائل تصوف جو مذهب اسلام میں اضافہ کیئے گئے هیں اُن کا ماخذ بعض مشکل احادیث اور آثار هیں — اور نیز آنحضرت صلی الله علیہ وسلم کے وہ اقوال هیں جو آپ نے بر سبیل حکایت فرمائے یا جو اعمال آپ نے عادتا کیئے یعني جن سے تشریع مقصود نہ تھي — علاوہ ازیں اُن کا بڑا ماخذ وہ حدیثیں هیں جو اس فن کے موجدوں اور اماموں نے مذهب میں دلچسپ عجائبات و غرائبات پیدا کرنے کي غرض سے تصنیف فرمائي هیں تاکہ لوگوں کے دل اُن کي طرف مائل هوں — منجملہ اُن کے ایک حدیث هم اِس مقام پر بالمعني نقل کرتے هیں *

" یفتح بالقرآن علی الناس حتی یقرأ المرأة والصبی و الرجل فیقول الرجل قد قرات القرآن فلم اتبع لا یومن بہ لعلی اتبع فیقوم بہ فیهم ولاتبع فیقول قد قرات القرآن و قمت بہ فلم اتبع لاحتظرن من بیني مسجد العلی اتبع فیحتظر من بیتہ مسجدا فلاتبع فیقول قد قرات القرآن وقمت بہ و احتظرت من بیني مسجدا فلم اتبع والله لا تینهم بحدیث لایجدونہ في کتاب الله و لم یسمعوہ عن رسول الله لعلی اتبع " *

---

† اس پر همارا ایمان هی یہہ سب همارے پروردگار کي طرف سے هی —

‡ حالانکہ خدا کے سوا اُن کا اصلي مطلب کسیکو معلوم نہیں —

§ اور جب ایسے لوگ تمہاري نظر پڑ جائیں جنہوں نے هماري آیتوں کا مشغلہ بنا رکھا هی تو تم اُن سے ٹل جاو یہاں تک کہ وہ دوسري باتوں میں لگ جائیں —

آویزاں کی جاتی ھیں- ان کے عنوان پر اس قسم کے نام لکھے ھوئے ھوتے ھیں
یا علی ، یا شاذلی ، یا دسوقی یا رفاعی ، یا بہاءالدین نقش بندی ، یا
جلال‌الدین رومی ، یا مشکل‌کشا ولی ، یا خواجہ ہند الولی *

مسلمانوں میں بعض گروہ ایسے ھیں جو خدا کی عبادت اور اُس کے ذکر
کے لیئے جمع ہوئے ھیں اور اثناء ذکر میں ایسی مدحیہ نظمیں پڑھی جاتی
ھیں جو شعراے متاخرین کی جودت طبع کا نتیجہ ہوتی ھیں—— ان نظموں
میں ادنی بات یہہ ھی کہ تعریف میں مبالغہ سے کام لیا جاتا ھی جس سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے ممانعت فرمائی ھی حتی کہ خاص اپنی
نسبت بھی - چنانچہ فرمایا ھی " تم میری حد سے زیادہ تعریف نکیجیو
جیسی یہود نصاری اپنے پیغمبروں کی کرتے ھیں " علاوہ اسکے اس قسم کے
ذکر کے جلسوں میں مشایخ کے مقامات بڑے شد و مد سے بیان کیئے جاتے
ھیں اور ایسے لفظوں میں اُن سے مدد مانگی جاتی ھی اگر مشرکین
قریش کو بھی اُن کے سننے کا اتفاق ہوتا تو وہ ضرور ان موحد مسلمانوں کی
تکفیر کرتے - کیونکہ مشرکین قریش کا سب سے زیادہ بلیغ تلبیہ یہہ ھی
" لبیک اللهم لبیک —— لبیک لا شریک لک غیر شریک واحد تملکہ
وما ملک " یہ تلبیہ شیوخ کے مقامات سے بلحاظ شرک کے نہایت خفیف
ھی جو بلند آواز کے ساتھہ درد ناک لہجہ میں پڑھے جاتے ھیں جیسے :-

عبدالقادر یا جیلانی * یا ذا الفضل والاحسان
صرت فی خطب شدید * من احسانک لا تنسانی

اور جیسے :—

الا ھم یا رفاعی لی * انا المحسوب انا المنسوب
رفاعی لا تضیعنی * انا المحسوب انا المنسوب

اور اس قسم کی بے شمار باتیں ھیں جن کی نسبت کسی شخص کو بھی
شبہہ نہیں ہو سکتا کہ وہ صریح شرک ھیں جس سے مذھب اسلام انکار
کرتا ھی *

مسلمانوں میں ایک زبردست اور وسیع گروہ ایسا ھی جس نے
اسلامی شرع مبین پر اکتفا نکی اور مذھب میں کچھہ احکام اختراع
کیئے جن کا نام " علم باطن " یا " علم حقیقت " یا " علم تصوف " رکھا -

بلکه بعض علما بھي ان مہملات کو مذھب اسلام کے بے نظیر کمالات خیال کرتے ھیں (مرحی) *

غرضکه ھماري قوم کے گروہ کثیر کے یہہ حالات ھیں جن میں بعض صاف شرک اور بعض مطلقات شرک ھیں - ان کا سبب وھي میلان ھی جو انسان کو طبعي طور پر شرک کي طرف ھی اور جس کا بیان ھم اوپر کرچکے ھیں — اور نیز یہہ کہ قوم میں علماے دین کي قلت ھوگئي ھی اور جو موجود ھیں وہ قوم کي ھدایت اور رھنمائي میں غفلت اور سستي کرتے ھیں *

بے شک عام لوگوں کو ان کے طبعي میلان سے روکنا آسان کام نہیں ھی — اِس کي مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس طرح بیان فرمائي ھی کہ " میري مثال اُس شخص کي سي ھی جس نے آگ روشن کي اور جب اُس کي روشني چاروں طرف دور تک پھیل گئي تو پتنگے اور حشرات جو آگ میں گرا کرتے ھیں اس میں گرنے لگے وہ اُن کو نکالتا ھی اور وہ اُس میں گرتے جاتے ھیں — پس اسي طرح میں تم کو آگ سے بچاتا ھوں اور تم اُسي میں گرے جاتے ھو " — ھدایت کے فرض سے سستي کرنے والے علما کي نسبت خداوند تعالی نے فرمایا ھی " † ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتاب و یشترون به ثمنا قلیلا اولئک ما یاکلون في بطونھم الا النار " اور نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھی کہ " جب بني اسرائیل معاصي میں مبتلا ھوئے تو ان کے علما نے اِن کو منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے اِس پر بھي علما ان کے ساتھہ کھانے پینے اور اُٹھنے بیٹھنے میں شریک رھے پس خدا نے اُن کے دلوں کو مسخ کردیا اور داود اور عیسی ابن مریم کي زباني اِن پر لعنت کي " — پس تمام الزام علما کے ذمہ ھی — مگر الحمد للہ کہ ھماري حالت بالکل ناامیدي کے درجہ کو نہیں پہونچي اور قوم سے علماے راشدین بالکل معقود نہیں ھوئے جس سے ھم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ

---

† جو لوگ ان احکام کو جو خدا نے اپني کتاب میں نازل کیئے چھپاتے ھیں اور اُس بدلہ میں تھوڑا سا دنیوي معاوضہ حاصل کرتے ھیں یہہ لوگ اور کچھہ نہیں اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ھیں —

مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا ھی جس نے ایسي عبادتیں ایجاد کي ھیں جن کا اسلام نے حکم نہیں دیا اور چوتھي صدي کے خاتمہ تک اسلام میں ان کا کچھہ پتا نہیں چلتا — پس گویا کہ خداوند تعالی نے ھمارا مذھب ناقص چھوڑا تھا جس کي اُنھوں نے تکمیل کي یا حجۃالوداع کے دن خداوند تعالی نے یہہ آیت ھي نازل نہیں فرمائي تھي " † الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتي و رضیت لکم الاسلام دینا " — یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت کے فرض کو پوري طرح ادا نہیں کیا تھا اور اُنھوں نے اُس کو پورا کیا ھی یا آپ نے مذھب کے کچھہ مسائل مسلمانوں سے پوشیدہ رکھے تھے اور صرف حضرت ابو بکر ' علي اور بلال رضي اللہ عنہم کو ان کي تلقین کي تھي اور اسي طرح اُنھوں نے دوسرے خاص لوگوں کو تلقین کي رفتہ رفتہ وہ اُن تک پہونچے اور اُنھوں نے مسلمانوں کے سامنے ان کو ظاھر کردیا — پس کیا اس امر کا اعتقاد رکھنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کے فرض کو پوري طرح ادا نہیں کیا یا مذھب کے کچھہ مسائل مخفي رکھے اور خاص لوگوں کو خفیہ طور پر ان کي تلقین کي بالا جماع کفر نہیں ھی ؟ (مرحی) *

اُن میں ایک گروہ ایسا ھی جس نے مذھب کو لہو و لعب بنا رکھا ھی اُنھوں نے ناچنے گانے اور ڈھول بجانے کو عین مذھب سمجھا ھی - اِس گروہ کے لوگ سبز اور سرخ لباس پہنتے اور آگ اور ھتیاروں اور سانپ اور بچھوں سے کھیلتے ھیں اور اِس طرح بے احمقوں کو دھوکھا دیتے اور ان سے روپیہ اینتھتے ھیں *

اُن میں ایک گروہ عرب کے کاھنوں کا جانشین ھی جو رمل ' جفر اور زائچہ کے ذریعہ سے یا پاني یا آسمان کو دیکھہ یا چھاپ اور شیاطین کي مدد سے علم غیب کا مدعي ھی - یہہ تمام باتیں محض خرافات اور سراسر فریب ھیں — کسي قوم کے عوام کا لاتعلم میں اِن کا شایع ھونا کچھہ تعجب کي بات نہیں ھی بلکہ تعجب یہہ ھی کہ اکثر خاص لوگ

---

† اب ھم تمھارے دین کو تمھارے لیئے کامل کرچکے اور ھم نے تم پر اپنا احسان پورا کردیا اور تمھارے لیئے اسي دین اسلام کو پسند فرمایا —

اسي طرح مذهب میں رفته رفته تشدد بڑھتا گیا اور آخرکار مذهب مثل طوق اور زنجیروں کے همارے گلے کا هار هوگیا - گویا که هم نے اُس تخفیف کو قبول نهیں کیا جو خداوند تعالیٰ نے همارے لئے کي هی — خداوند جلت حکمته نے فرمایا هی " ما جعل علیکم في الدين من حرج " † اور نیز فرمایا هی " وضع عنهم اصرهم و الاغلال التي کانت علیهم " ‡ یعني ان سے سخت اور ناگوار تکلیفات رفع کرتا هی — یهه بات بیان کرنے کے بعد که " خدا کسي کو اُس کي طاقت سے زیاده تکلیف نهیں دیتا " اُس نے همکو تعلیم دي هی که هم اسطرح پر اُسکي حضور میں دعا کریں : " ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا و لا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا " § اور نیز فرمایا هی " لا تغلوا في دینکم " || — اور حدیث میں وارد هوا هی که " کوئي شخص مذهب میں تشدد نهیں کرتا مگر یهه که مذهب اُس پر غالب هوجاتا هی " - ایک دوسري حدیث میں وارد هوا هی که " مذهب میں تشدد کرنے والے هلاک هوئے " - بلحاظ اُس حکمت کے جو روزه کي فرضیت میں شارع کو مقصود هی بعض صحابه نے یهه خیال کیا تها که سحري کا ترک کرنا افضل هی مگر آنحضرت صلی الله علیه و سلم نے اسکو افضل سمجهنے سے ممانعت فرمائي - ایک شخص فرائض کے ساتهه نوافل ملانا چاهتا تها عمر رضي الله عنه نے آنحضرت صلی الله علیه وسلم کے حضور میں اُس سے فرمایا که " اسیطرح گذشته قومیں هلاک هوئیں " - آنحضرت نے فرمایا که اے عمر ابن الخطاب خداوند تعالیٰ نے تمهاري زبان پر امر صواب جاري کیا - عبدالله ابن عمرو بن العاص نے تمام رات عبادت کرنے اور

---

† دین کے بارے میں تم پر کسي قسم کي سختي نهیں کي —

‡ اور سخت احکام کے بوجهه جو اُن پر لدے هوئے تهے اور پهندے جو اُن پر پڑے هوئے تهے ان سے دور کرتا هی —

§ اے همارے پروردگار اگر هم بهول جائیں یا چوک جائیں تو همکو نه پکڑ اور اے همارے پروردگار جو لوگ هم سے پهلے هو گذرے هیں جس طرح ان پر تونے ان کے گناهوں کي پاداش میں سخت احکام کا بار ڈالا تها ویسا هم پر نه ڈال *

|| اپنے مذهب میں زیادتي نکرو —

وسلم نے هم کو فرمایا تھا کہ " خداوند تعالی علم کو لوگوں کے دلوں سے مفقود نہیں کریگا بلکہ وہ علما کو اُٹھا لیگا اور جب کوئي عالم باقي نہیں رهیگا تو لوگ جہلا کو اپنا پیشوا بنائینگے — اُن سے سوال کرینگے اور وہ بغیر علم کے فتوی دینگے " *

شرک کي بحث ختم کرنے کے بعد میں اُن اسباب پر غور کرتا هوں جن کے باعث سے مذهب میں تشدد هوا اور مسلمان حیراني اور پریشاني میں مبتلا هوئے *

همارى قوم میں ایسے علماے دین گذرے هیں جنکو تقوی او تورع اور مذهبي احتیاط کا خیال هروقت پیش نظر تھا — ایسے عالم کو جب کوئي امر یا تھي قران یا حدیث میں معلوم هوتي تو وہ اپني فہم کے مطابق اُس کا مطلب اخذ کرتا — اس کے بعد یہہ حکم اُس چیز کے اجزا یا اسباب یا اُس کے مماثل اور مشابہ چیزوں کي طرف متعدي هوتا جسکي نسبت خدا نے بتا دیا یا جس سے ممانعت کي گئي هی — کیونکہ اُس کو هرایک امر کے لیئے شرعي حکم دریافت کرنے کي طرف رغبت تھي — اسي طرح بہت سے امور اُس کے خیال میں باهم خلط ملط هوجاتے اور ان کے احکام خصوصا تعارض روایات کے باعث سے مشتبہ هوجاتے تھے — اس لیئے وہ صرف اُس حکم کو لیتا تھا جو زیادہ تر سختت اور قرین احتیاط هوتا تھا اور اُسي کو شرعي حکم قرار دیتا تھا — منجملہ علما کے بعض لوگوں نے احکام کے دائرہ کو نہایت وسعت دي اور اُن تمام باتوں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمائي یا کي هیں تشریع پر محمول کیا — حالانکہ حق بات یہہ هی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے بہت سی باتیں بغیر خصوصیت یا بوسبیل حکایت ارشاد فرمائي یا عادتا کي هیں اور ان سے تشریع مقصود نہیں هی — اُن علما میں بعض لوگ نہایت هي متورع اور محتاط تھے تھے وہ معني آیت کي تحقیق اور حدیث کا ثبوت ضروري نہیں خیال کرتے تھے — اگر کوئي مسئلہ فضائل اعمال سے متعلق هوتا تو وہ احوط پر عمل کرتے تھے — اور عام لوگ اس کو تقوی اور پرهیزگاري اور دینداري خیال کرتے تھے اور اُس کي تقلید کي طرف مائل هوتے اور ایسے لوگوں کے فتوے کو باقي علما کے فتووں کو ترجیح دیتے تھے *

مسئلہ پر غور کرو — حدیث میں آیا ھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " اگر مجھکو اپني اُمت کي تکلیف کا خوف نہوتا تو میں اُن کو مسواک کا حکم دیتا " اِس حدیث سے جو صریح ھی صاف ظاھر ہوتا ھی کہ مسواک کا مرتبہ استحباب سے زیادہ نہیں ھی جس کو اکثر نے سنت قرار دیا ھی اور بعض نے پیلو کي لکڑي کي تخصیص کي ھی — اور بعض نے انگلي وغیرہ سے بھي جائز رکھا ھی بشرطیکہ خون نہ نکلے — بعض علما نے یہہ تفصیل کي ھی کہ اگر مسواک ایک بالشت سے کم ہوگي تو وہ خلاف سنت ھی — بعض حضرات نے زیادہ نازک خیالي کو کام فرمایا ھی کہ اُس کا ترشا ہوا حصہ جس میں ریشے ہوتے ھیں بقدر نصف انگوٹھے کے ہونا چاھیئے اور مسواک کي موٹائي ایک انگلي سے زیادہ نہونا چاھیئے — اور بعض نے اُس کے استعمال کي کیفیت بیان فرمائي ھی کہ مسواک کا نیچلا حصہ کن انگلي کے سرے پر رکھا جاوے اور بیچ کي اُنگلیوں سے وہ پکڑي جاوے اور سیدھے انگوٹھے سے سہارا لگایا جاوے — بعض نے یہہ تفصیل کي ھی کہ وہ پاني میں تر کرکے منھہ میں داخل کي جاوے اول داھنے کلے میں تین مرتبہ پھیري جاے پھر تھوکا جاے اور بعض کے نزدیک کلي کي جاوے اِس کے بعد بائیں کلے میں — بعض حضرات نے یہہ بحث کي کہ آیا یہہ کلیاں کافي ھونگي یا وضو کي سنت ادا کرنے کے لیئے اور کلیاں کرنا چاھیئے — بعض نے کہا ھی یہہ کافي نہیں ھیں کیونکہ غرغرہ کي کمي ھی — مسواک کے استعمال کي اوقات میں بھي اختلاف ھی ' آیا وہ دن میں ایک مرتبہ استعمال کي جاے یا ھر وضو یا تلاوت قرآن کے وقت — نتیجہ اِن باتوں کا یہہ ہوا کہ لوگ پیلو کي لکڑي کو تبرک سمجھنے لگے بعض نے اُس کے متعدد خواص بیان فرمائے ھیں : منجملہ ان کے ایک یہہ ھی کہ اگر پیلو کي مسواک کھڑي رکھدي جاے تو اُس پر شیطان سوار ھوجاتا ھی بعض نے اس کے خلاف لکھا ھی یعني اگر وہ ڈالدي جاوے تو استعمال کرنے والے کے لیئے موجب جذام ھوتي ھی — اکثر عام مسلمان یہہ خیال کرتے ھیں کہ پیلو کي لکڑي سے مسواک کرنا مذھب اسلام کا ایک رکن ھی — غرض کہ اس قسم کي سختیوں اور پریشان بحثوں کا نتیجہ سواے ترک کے اور کیا ھوسکتا ھی حالانکہ شارع نے صرف منھہ صاف کرنے کو مستحب قرار دیا تھا خواہ وہ کسي طرح ھو" *

متواتر روزہ رکھنے اور عورتوں سے اجتناب کرنے کا عزم کرلیا تھا ـ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ کیا تو میری سنت سے اعراض کرتا ھی ـ انھوں نے عرض کیا کہ نہیں بلکہ میں آپ ھی کی سنت کا اتباع کرنا چاھتا ھوں ــ آنحضرت نے فرمایا کہ میں روزے رکھتا ھوں اور افطار بھی کرتا ھوں اور رات کو عبادت کرتا ھوں اور سوتا بھی ھوں اور نکاح بھی کرتا ھوں اور جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ میری اُمت میں سے نہیں ھی ــ عثمان بن مظعون اور ان کے دوستوں نے تمام رات جاگنے اور متواتر روزے رکھنے اور خصی ھوجانے کا ارادہ کرلیا تھا اور اس خیال سے کہ یہہ ذریعہ تقرب الہی ھی افطار کرنا اپنے اوپر حرام کرلیا تھا ــ خدا نے اس سے ان کو ممانعت کی کیونکہ یہہ مذھب میں غلو اور حد شریعت سے تجاوز ھی ـ اور یہہ آیت نازل فرمائی "† یا ایھاالذین آمنوا لاتحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لایحب المعتدین" یعنی خداوند تعالے ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو ان حدود سے تجاوز کرتے ھیں جو مذھبی امور میں اعتدال کے ساتھہ قائم کی گئی ھیں ـ ایک صحیح حدیث میں وارد ھوا ھی "قسم ھی اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ھی میں نے کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی جو تم کو جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کرنے والی ھو مگر میں نے تم کو اُسکا حکم دیا ھی اور کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی جو تم کو دوزخ سے قریب اور جنت سے دور کرے مگر میں نے تم کو اُس سے ممانعت کی ھی" ـ پس جبکہ شارع ھم کو مقررہ حدود پر قائم رھنے کا حکم دیتا ھی تو اس صورت میں تشدد اور زیادتی کو افضل سمجھنے کے کیا معنی ھو سکتے ھیں ـ بخاری کی ایک حدیث میں وارد ھوا ھی "سب سے بڑا مجرم وہ مسلمان ھی جس نے ایسی چیز کی بابت سوال کیا جو حرام نہیں تھی مگر اُس کے سوال سے وہ حرام ھوگئی ــ اِس حدیث سے قیاس کیا جا سکتا ھی کہ تشدد کرنے والے مجرم ھونے کے کس حد تک مستحق ھوسکتے ھیں ــ مثلا مسواک کے

---

† مسلمانو ! خدا نے جو ستھری چیزیں تمھارے لیئے حلال کردی ھیں ان کو اپنے اوپر حرام نکرو اور حد سے نہ بڑھو کیونکہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ــ

مگر علماے حنفیہ کي ایسي حالت نہیں ھی — وہ قاضي ابو یوسف کے زمانہ سے تمام ایشیائي ممالک میں پبلک معاملات میں غور و فکر کر رھے ھیں — یہي حالت مالکیوں کي مغرب اور دیگر ممالک افریقہ میں اور حنابلہ اور زیدیہ کي جزیرہ عرب میں ھی — منجملہ لوازمات سیاست کے یہہ ھی کہ حزم اور دور اندیشي سے کام لیا جاے اور بدگماني کا پہلو غالب رھے اور گہري نکتہ چیني کي جاے اور زیادہ تر اسہل اور انسب پر عمل کرنے کي غرض سے عام معاملات میں محاکمہ کیا جاوے *

جزیرہ عرب کے باشندے بلحاظ اس خصوصیت کے ممتاز ھیں کہ وہ دیني علوم و فنون کي نا مناسب وسعت سے ھمیشہ محفوظ رھے ھیں اور اسوقت تک وہ اصول مذھب کے سخت پابند اور صاحب عزم اور صاحب الراے ھیں- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھی کہ " شیطان اس امر سے مایوس ھوچکا ھی کہ جزیرہ عرب کے مسلمان اُس کي عبادت کریں مگر وہ اُن کو آپس میں بھڑکاتا رھیگا " - علاوہ ازیں اھل عرب میں عربیت کے سلیقہ کا کافي حصہ اس وقت تک موجود ھی — اگر ان کے سامنے قرآن مجید یا حدیث یا اثر پڑھا جاتا ھی وہ نہایت اطمینان کے ساتھہ اُس کے متبادر معني سمجھہ لیتے ھیں اور اُس میں طول طویل بحثیں پیدا کرنے سے ان کو نفرت ھوتي ھی — اِس لیئے ان کو ایسے دقیق مباحثات کي ضرورت نہیں واقع ھوتي جن کا نتیجہ سواے مذھب میں تشدد اور تشویش پیدا ھونے کے اور کچھہ نہیں ھوتا - مگر دوسري اسلامي قومیں عربي زبان بذریعہ کسب کے حاصل کرتي ھیں وہ ھرایک جملہ اور عبارت کے معاني اور مطالب سمجھنے میں سخت محنتیں اور تکالیف برداشت کرتي ھیں *

علماے شافعیہ اور خصوصاً اھل مصر کي نسبت غالباً یہہ کہنا جائز ھوگا کہ چونکہ وہ طبعاً سہل الانقیاد ھیں اس لیئے جدید دیني فنون ان کے مذھب میں داخل ھوگئے — ان کي نرم خوئي حتی الوسع ان کو بدگماني سے روکتي ھی — اور جب تک کسي کام کو نیکي اور بھلائي پر محمول کرنا ممکن ھو اُس وقت تک سوء ظن سے کام نہیں لیتے *

چونکہ ھم بیان کرچکے ھیں کہ علماے مصر طبعاً سہل الانقیاد ھیں اور خصوصاً حق الامر کے لیئے ، اسیطرح کردستان کے تمام علماے شافعیہ اھل

اس کے بعد (عالم نجدی نے) فرمایا " حضرات ! اس موضوع کے متعلق جو کچھہ خدا نے میرے دل میں الہام کیا تھا اُس کو میں بیان کرچکا هوں اور شاید میرے بیان میں اور خصوصا حضرات شوافع مثلا علامہ مصری اور فاضل کردی کے نزدیک غلطیاں بھی هونگی — کیونکہ اکثر علماے شافعیہ غالی صوفیوں کے ساتھہ ایک قسم کا حسن ظن ضرور رکھتے ھیں اور ان کے خلاف شرع حرکتوں کی تاویلیں کرتے ھیں — اس میں شک نہیں کہ وہ جزیرہ عرب کے باشندوں کی نسبت ان سے زیادہ تر واقف ھیں – کیونکہ همارے درمیان ان کا وجود ھی نہیں بلکہ وہ همارے سواحل پر بھی بہت کم یاب ھیں — اگر مجھکو مصر ، مغرب ، روم اور شام کی سیاحت کا اتفاق نہ هوتا تو میں ان اکثر باتوں سے نا واقف رهتا جو میں بیان کی ھیں اور حضرات صوفیہ کی نسبت حسن ظن سے زیادہ تر قریب هوتا- مگر افسوس ھی کہ عینی مشاهدات کے بعد حسن ظن کی گنجایش باقی نہیں رھی — میں خدا سے دعا کرتا هوں کہ وہ همکو سیدھے رستہ پر چلنے کی توفیق دے " *

علامہ مصری نے اِس کے جواب میں کہا کہ اکثر اهل تصوف همارے مذهب کے لوگ ھیں اور همارے علماے شافعیہ صوفیوں کی ان تمام باتوں کی تاویلیں کرتے ھیں جو ظاهر شرع کے خلاف هوتی ھیں اور اِن کے لیئے عذر تلاش کرتے ھیں اگرچہ وہ ضعیف هوں - کیونکہ هم دیکھتے ھیں کہ تصوف کے بانی مثلا جنید اور ابن سبعین وغیرہ بلحاظ حال اور قال کے بڑے مرتبہ کے لوگ گذرے ھیں – مجھکو معلوم هوتا ھی کہ همارے اس خیال کی چند وجوهات ھیں: منجملہ ان کے ایک یہہ ھی کہ علماے شافعیہ امامت اور سیاست عامہ سے سواے ایک مدت قلیل کے بالکل الگ رھے ھیں - ایک وجہ یہہ ھی کہ مذهب شافعی کی بنیاد عبادات اور معاملات میں احوط اور اکمل پر ھی - اور زیادہ تر نیت پر دار مدار سمجھا جاتا ھی — پس شافعی لوگ بمقتضاے اپنے مذهب اور حسن ظن کے هرایک کام کو حتی الوسع اخلاص نیت پر محمول کرنے کے لیئے مجبور ھیں — اور جس شخص کی حالت ایسی هوتی ھی وہ طبعا پرهیزگاری اور پرهیزگاروں کی طرف مائل هوتا اور جو لوگ صلاح و تقوی کا اظہار کرتے ھیں انکے کاموں کو واقعیت اور اخلاص نیت پر محمول کرتا ھی –

دوستوں سے اُمید کرتا ہوں کہ وہ للہی امور میں کسي ملامت کا ہرگز خوف نکریں — ہم میں سے ہر ایک شخص کی راے اُسکا اجتہاد ہی اور مجتہد پر کسي طرح الزام نہیں آسکتا — آپکو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہماري انجمن کا شعار اخلاص ہی اور خداوند تعالی اُس کي کامیابي کا کفیل ہی — ہم میں سے ہر ایک کا مقصد اعزاز کلمۃالله ہی اور خدا اُس کي عزت کا ضامن ہی چنانچہ اس نے فرمایا ہی " یاایہاالذین آمنوا ان تنصروا الله ینصرکم " *

مجھکو اس بات سے نہایت خوشي ہوتي ہی کہ ہماري انجمن کا پہلا ثمرہ ظاہر ہوا ہی کہ ہم میں سے ہر شخص کو اپني راے کي صحت پر پورا اطمینان ہی — اور وہ یہہ خوب جانتا ہی کہ دنیا میں اُسکے بہت سے ہم خیال ہیں جو اُس کي رایوں کي تائید کرنے اور اُس کے قدم بقدم چلنے ہیں — اس سے اُسکا دل قوي ہوتا اور اُس کي زبان میں طلاقت اور بیان میں رواني پیدا ہوتي ہی اور اعلاء کلمۃاللهمیں اُسکا عزم پختہ ہوتا اور اُس کے دل میں نشاط اور اُمنگ پیدا ہوتي ہی — اور ملامت کا خوف کافور ہوجاتا ہی — مسلمانوں کي رہنمائي اور تعلیم میں نرمي اور تدریج اور حزم و احتیاط کا استعمال میں لانا عین حکمت ہی جیسا کہ انبیاے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا مسلک رہا ہی چنانچہ میں پہلے اجلاس میں تفصیل سے کہچکا ہوں اور مستقبل انجمن کے قانون میں اس کا خاص لحاظ کیا جائیگا اور آئندہ اجلاسوں میں اس کے اصول پر کافي بحث ہوگي — آج چونکہ وقت ہوچکا ہی اس لیئے اجلاس کے ختم ہونے کا اعلان کرتا ہوں *

نظر و اہل تحقیق ہیں — پس شافعیوں کے لیئے یہہ امر کچھہ مشکل نہیں ہی کہ وہ ان بدعتوں پر نکتہ چینی کریں جو مذہب میں ایجاد ہوگئي ہیں اور خصوصا جن میں مطلقہ شرک ہی - اس میں شک نہیں کہ وہ اُن احکام الہی کي تعمیل کرتے ہیں جو ان آیات میں مذکور ہیں " † وان تنازعتم في شي فردوہ الی اللہ و رسولہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر " " ‡ یا ایہاالذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم " " § اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولاتتبعوا من دونہ اولیاء " — علاوہ ازیں اکثر علماے شافعیہ متقدمین اور متاخرین میں مذہب سلف کے جو بالکل سیدھا سادہ اور ہر قسم کي بدعتوں سے پاک صاف ہی حامي اور بدعتوں کے مخالف رہے ہیں — حق بات یہہ کہ تصوف جس میں غلو کیا گیا ہی اُس کو کسي خاص مذہب کي طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہی — دیکھو شیخ عبدالقادر جیلاني حنبلي ہیں اور صوفي بھي ہیں *

صاحب صدرانجمن نے فرمایا کہ ہمارے دوست عالم نجدي نے جو کچھہ آج کے اجلاس میں بیان کیا ہی وہ باعتبار قواعد مذہب اور بلحاظ حقیقت حال کے شکوک و شبہات کے غبار سے بالکل پاک صاف ہی - قرآن مجید کي آیات بینات جن سے جابجا استشہاد کیا گیا ہی وہ اُس کي صحت کي کافي دلیل ہیں — فاضل مقرر نے اپني تقریر کو کسیقدر تردد آمیز الفاظ پر ختم کیا ہی حالانکہ ان کو اپنے بیان کي صحت پر پورا وثوق ہی - غالبا آزادي راے اور آزادي خطابت جو ہماري قوم سے مفقود ہوچکي ہی یہہ اُس کا اثر ہی — میں عالم نجدي اور باقي تمام

---

† اگر تم کسي امر میں آپس میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانے کي شرط یہہ ہی کہ اُس امر میں اللہ اور رسول کے حکم کي طرف رجوع کرو -

‡ مسلمانو ! جب تم کو رسول ایسے دین کي طرف بلاتا ہی جو تم میں نئي روح پھونکتا ہی تو تم اللہ اور رسول کا حکم بگوش دل سنو -

§ لوگو یہہ قرآن جو تمہارے پروردگار کي طرف سے تم پر اترا ہی اُس کي ہدایت پر چلے جاو اور خدا کے سوا اپنے چہیتوں یعني معبودوں کي پیروي نکرو -